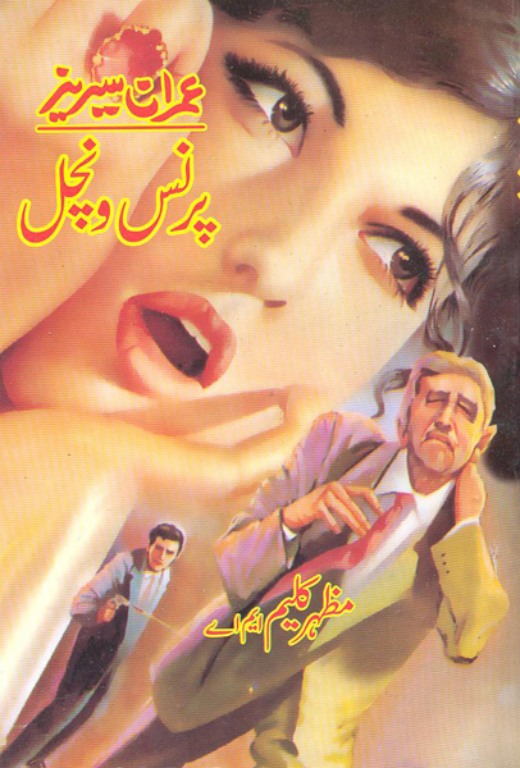


# عزات سیریز پرنس و پریل

مظہر کلیم اللہ



عراق سیریز

# پرنس و پریل

مکمل ناول

مظہر کلیم ایم اے

پاک گیٹ  
مِلّتات

یوسف برادرز

# چند باتیں

معزز قارئین!

سلام سنو! پرپنس و پنچل پیش خدمت ہے، اس جدید سائنسی دور میں اب وہ مجرم معتمد ہستی پر باقی نہیں رہے جو جرم کرنے سے پہلے بڑے خوف زدہ انداز میں پہلے اپنے چاروں جانب دیکھتے اور پھر ذرا سا کھڑکھڑاتے لیے بھاگتے تھے موت کی سرحد سے بچ کر زندگی کی وادی کی طرف نکل رہے ہوں۔ اور ان مجرموں کا پکڑا جانا انکا آسان ہوتا تھا کہ پولیس کا ایک سپاہی اپنی موٹر کو مردہ بنا اور مجرم کو گڑاٹا اور دم کی اپیل کرتا اس کے قدموں میں گر جاتا۔ لیکن موجودہ دور میں ایسے مجرم سامنے آ رہے ہیں جو جرم کرنے سے پہلے جرم کا سدباب کرنے والے افراد کو گولی سے اڑا دینے کے قائل ہوتے ہیں جو جرم کرنے کے بعد اپنی موٹروں کو تادوسے گرد نہاتے پھرتے ہیں۔ کیوں کہ وہ ایسے سائنسی حربے استعمال کرتے ہیں کہ جرم کے وقوع پذیر ہونے کے باوجود ان پر تشدد کی انگی تک نہیں اٹھائی جاسکتی۔

پرنس و پنچل بھی ایسے ہی مجرموں کی کہانی ہے جو عمران اور سیکرٹ سردس سے گھڑاتے ہوئے ذرا برابر بھی خوف محسوس نہیں کرتے بلکہ

اس ناول کے تمام تمام کردار واقعات اور پیش کردہ پوئیشز قطعی فرضی ہیں۔ کسی قسم کی جزوی یا کلی مطابقت محض اتفاق ہوگی۔ جس کے لئے جلیشر مصنف پر قطعی ذمہ دار نہیں ہوں گے۔

ناشران ----- محمد اشرف قریشی

محمد یوسف قریشی

ترجمین ----- محمد علی قریشی

طابع ----- سلامت انڈیا پرنٹنگ پریس ملتان



وہ سیکرٹ مروس کو پرکاش کی حیثیت دینے پر بھی تیار نہیں وہ اپنی زبان  
عباری اور منصوبہ بندی برائے نفاذ ہوتے ہیں گرا نہیں اس بات  
کا مکمل یقین ہوتا ہے کہ سیکرٹ مروس لاکھ مہینے کے باوجود بھی ان  
پر شبہ کی انگلی تک نہیں کھڑی کر سکے گی۔ مگر بدقسمتی سے ان کا واسطہ  
عمران بیسے شخص سے پڑ گیا تھا جو شبہ کی انگلی کھڑی کرنے کی بجائے  
اللہ کا ٹیلے کا عادی ہے۔

مجرموں کے جدید سائنسی حربے بھی عمران کے کپیوٹر مذاہن کا مقابلہ  
کرنے سے — قاصر ہے۔ اور اس بار بھی اُن کے سائنسی حربے ان  
کے کسی کام نہ آ سکے بلکہ عمران کی منفرد ذہانت نے مجرموں کو ان کے  
اپنے ہی پیلے سے ہونے والے جال میں پھنس کر پھڑپھڑانے پر مجبور کر دیا۔  
اس کہانی کا مٹیو آنتائیز ہے کہ اسے ایک بار شروع کر دینے کے  
بعد پڑھنے والا سانس لینا تک بھول جاتا ہے۔ پوری کہانی کو موت کے  
بلے دم ہاتھوں نے اس انداز میں ڈھانپ رکھا ہے کہ کتاب کی ہر  
سطر موت کی سسرانہ میں بدل گئی۔

مجھے یقین ہے کہ یہ ناوال اپنے منفرد اندازِ تحریر کہانی کے تنوع اور  
بھرپور کردار نگاری کی بنا پر آپ کو قیقا پسند آئے گا۔ امید ہے حسب  
سابق آپ اپنی آراء سے مطلع فرمائیں گے۔

وَالسَّلَامُ

منحصر  
منظور کلیم ایم اے

عمران سے سوئے پراکڑوں بیٹھا میز پر پڑے ہوئے دعوت نامے  
کو اٹھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔ دعوت نامہ بذریعہ ڈاک آج ہی  
موصول ہوا تھا۔

اور عمران نے جس وقت سے دعوت نامہ پڑھا تھا۔ اس کے چودہ  
فیروز روشن ہو گئے تھے۔ اس وقت سے ہی اس کا خون کھول رہا  
تھا اور غصہ ٹھنڈا کرنے کے لئے وہ اس وقت تک کم از کم ایک  
کریٹ کو کھپا چکا تھا۔ مگر خون کا درجہ حرارت معمول پر آہی نہیں رہا  
تھا۔

ایسا کہ عمران نے میز پر پوری قوت سے کڑ مارا اور حسین  
کر کہا۔

”سیمان —“ اس کے لہجہ میں دھنسی پھینے کی سی کات  
تھی۔ دوسرے لمحے سیمان دروازہ سے اندر داخل ہوا۔

”ایک کوک لاء“۔۔۔۔۔ عوان نے سلیمان کو دیکھ کر بازو تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

”جناب۔۔۔۔۔ یہ کوئی بوٹل نہیں ہے۔ اور میں باورچی ہوں۔ برو نہیں۔۔۔۔۔ غضب خدا کا۔۔۔۔۔ ریف ریفر پڑیں موجود ایک ماہ کا کوڑا آپ پانی پکے ہیں۔ اور ابھی آپ کا خندہ خندا نہیں ہوا۔ اگر حکم کریں تو خوشخبر سے پانی کی باٹلی لاکر آپ پر انڈیل دوں۔“ سلیمان نے جھنجھلا کر کہا۔

”بحث مت کرو سلیمان۔۔۔۔۔ اگر عوان کا درجہ حرارت چلے گیا تو قہقہے پورے شہر کی توہلین مجھے پلانڈی پڑ جائیں گی۔“ عوان نے غصہ سے جھڑپے میں کہا۔

”ایک کریں صاحب۔۔۔۔۔ آپ یہ دعوت نامہ اٹھا کر ریف ریفر بڑ میں بیٹھ جائیں۔۔۔۔۔ آپ کا درجہ حرارت معمول سے بھی نیچے چلا جائے گا۔“ سلیمان نے بیس زاری سے جھڑپے میں کہا۔ اور واپس چلا گیا۔

”اب مبہور رہی ہے عوان صاحب۔۔۔۔۔ ٹیپو کچھ ڈاؤن کرنا ہی پڑے گا۔“ عثمان نے بڑبڑاتے ہوئے اپنے آپ سے کہا اور چہرہ صاف سے اٹھ کھڑا ہوا۔

اس نے ایک نظر دعوت نامے پر ڈالی اور دوسرے لمحے وہ سکرا دیا۔ ظاہر ہے درجہ حرارت معمول پر آ گیا تھا۔ اور سلیمان کا جواب دینے پر مجبوراً ایسا ہوتا ہی تھا۔

دعوت نامہ امتحان کلب سے موصول ہوا تھا۔ اور عوان کو خندہ اس بات پر آ رہا تھا کہ امتحان کلب کی سالانہ میٹنگ اس بار ایک غیبہ مکی

پرنس وینچل کر رہا تھا۔ اور دعوت نامہ میں پرنس وینچل کو اعلیٰ اعظم کا خطاب دیا گیا تھا۔

عوان بھی اس کلب کا ممبر تھا۔ اپنی مصروفیات کی وجہ سے وہ اس کلب کی طرف غافل خواہ تو ہر روز دے سکا تھا۔ مگر اس کے باوجود وہ یہ کیجے برداشت کر لیتا کہ اس کی موجودگی میں ایک غیر مکی اعلیٰ اعظم کا عظیم الشان خطاب حاصل کر لے۔ یہ عثمان کی توہین تھی اور اس توہین کی وجہ سے اس کا خون خفٹے سے کھول رہا تھا۔

آخر اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ امتحان کلب کی اس سالانہ میٹنگ میں ضرور شریک ہو گا۔ اور ثابت کرنے کا پرنس وینچل کی بجائے اس عظیم الشان خطاب کا حق دار وہ ہے۔

امتحان کلب کی سالانہ میٹنگ آج شام کو کلب کے مرکزی دفتر میں تھی۔ اور وہ جگہ پروگرام کا اعلان میٹنگ کے دوران ہی کیا جانا تھا۔ چنانچہ یہ فیصلہ کر کے عثمان ڈرینگ روم میں گھس گیا۔ اور تقریباً آٹھ گھنٹے بعد جب وہ ڈرینگ روم سے برآمد ہوا تو وہ اپنے روایتی نمونی کھڑا اس میں بدو بس تھا۔

جنگے ہلکے میک اپ نے اس کے چہرے پر جلوہ گر حماقت کو مزید بڑھا دیا تھا۔ اس پر زور رنگ کی قمیض نیلے رنگ کی پینٹ اور گہرے سرخ رنگ کے کوٹ، اگلے میں جھولتی ہوئی سبز رنگ کی کھٹائی کچھ اور جی ہبہار دکھلا رہی تھی۔

اس نے میز پر پڑا جوا دعوت نامہ اٹھا کر حجب میں ڈالا اور پھر سلیمان کو آواز دی۔

مظاہرے پر دل ہی دل میں مسکرایا۔ بازار سے گزرنے والے افراد جیسے ہی اسے دیکھتے جے اختیار ان کے چہروں پر مسکراہٹ ریگ آتی۔ عمران جہاں سے بھی گزرتا۔ اس کا علیہ لوگوں کو قہقہے لگانے پر مجبور کر دیتا۔ مگر عمران بڑی ہی بے نیازی سے لوگوں کی بھیر سے گزرتا ہوا صدر دروازے پہنچے گئے۔

صدر دروازے پر ایک باوردی دربان موجود تھا جس کی بڑی بڑی مونچھوں سے ایک مونچہ تو بالکل سیدھی تھی اور دوسری چوبے کی ڈم کی طرح نیچے ٹکی ہوئی تھی۔ ایسا محسوس ہوا جتنا جیسے گھڑی پر سارے نو بجے ہوں۔

عمران نے ایک نظر اس کے چہرے پر ڈالی اور دوسرے لمحے اس نے چونک کر اپنی کھاتی میں بندھی ہوئی گھڑی کو دیکھا۔  
 ”تہباری گھڑی غراب ہو رہی ہے۔“ لائم ٹیک کر وہ  
 عمران نے دربان سے مخاطب ہو کر بے حد تنیدہ لہجے میں کہا۔  
 ”جی۔۔۔ میں سمجھا نہیں۔“ دربان نے بوکھلے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ارے عقلمند اعظم تہباری مونچھیں ساڑھے نو بج رہی ہیں جبکہ ابھی پانچ بجے ہیں۔“ عمران نے طنز پر لہجے میں کہا۔  
 ”گالی مت دیں جناب۔۔۔ اور اپنا دعوت نامہ دکھائیں۔“  
 دربان شاید عقلمند اعظم کے لفظ پر کھرا گیا تھا۔ ظاہر ہے وہ احمقان کلب کا دربان تھا۔ عقلمندی تو اس کے لئے گالی کا درجہ رکھتی تھی۔  
 ”دعوت نامہ۔۔۔ تو کیا افرد دعوت ہو رہی ہے۔ کون سی

سلیمان۔۔۔ ارے سلیمان۔“ عمران کے لہجے میں اتنی شہرت قسم کی بوکھلاہٹ تھی کہ پہلی ہی آواز میں سلیمان یوں دوڑتا آیا کہ بھانے عمران پر کون سی قیامت ٹوٹ پڑی ہے۔ مگر جب اس نے عمران کو اسسٹنٹ میں دیکھا تو اس کے چہرے پر بے اختیار مسکراہٹ دوڑ گئی۔

”صاحب۔۔۔ آپ نے فیض الٹی پہن رکھی ہے۔“ سلیمان نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”شٹ اپ۔۔۔ تہباری آنکھیں مزدورت سے زیادہ ہی سیدھی ہو گئی ہیں۔ اب مجھے ان کو اٹ کرنا پڑے گا۔ تم دروازہ بند کر لو اور ساتھ ہی اپنا بے ڈھنگا منہ بھی۔“ عمران نے غصے سے آنکھیں لٹکاتے ہوئے کہا۔ اور چہرہ تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔

میرٹھیاں اتر کر وہ سیدھا گیراج کی طرف بڑھا اور چند لمحوں بعد اس کی سرخ رنگ کی سپورٹس کار تیزی سے احمقان کلب کے مرکزی دفتر کی طرف دوڑتی چلی جا رہی تھی۔

وہ تھوڑی دیر بعد مرکزی دفتر کے سامنے پہنچ گیا۔ یہ دفتر پڑوسی بھارتی چوک کے درمیان میں ایک عظیم الشان عمارت میں تھا۔ عمران نے پارکنگ شیلڈ میں اپنی کار پارک کی اور سپر کار لاک کر کے وہ سیدھا عمارت کے دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔

دروازے کے اوپر مختلف رنگوں سے مزین ٹیوبوں سے ایک نیون سائن پکب رہا تھا۔ جس پر مرکزی دفتر احمقان کلب لکھا ہوا تھا۔ اور یہ نیون سائن اٹنا جڑے کیا گیا تھا۔ عمران حماقت کے اس دلچسپ

دعوت سے — دعوت طعام یا دعوت وصل — عمران نے سرگوشیاں لیجے میں کہا۔

"کلب کی سالانہ میٹنگ ہے جناب" — دربان نے اسے بکھاتے ہوئے کہا۔

"مگر تم تو کسی دعوت کا ذکر کر رہے تھے" عمران نے سیدھا ہنر کہا۔

"دعوت نہیں — بلکہ دعوت نامہ — وہ کارڈ جس کے ذریعے آپ کو بلایا گیا ہے" — دربان نے اس کی معلومات میں اضافہ کرتے ہوئے کہا۔

"اچھا — اچھا — وہ کارڈ جو پوسٹ آفس سے چالیس پیسے میں ملتا ہے۔ کیوں کسی محبوبہ کو لکھنا ہے میری ایک بات یاد رکھو محبوبہ کو کبھی کارڈ دست لکھا کرو بلکہ لفاظی لکھا کرو۔ ورنہ تم سے پیبل پوسٹ میں تمہاری محبوبہ کو لے اٹھے گا" عمران نے جواب دیا اور پھر جیب میں داخل کر میں پیسے کے بکے دربان کے ہاتھ پر رکھے اور جھٹکے سے وردازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

دربان ایک لمحوہ جرت سے ہاتھ پر موجود دس دس پیسے کے دو ٹکڑوں کو دیکھت رہا۔ پھر اس نے مسکراتے ہوئے انہیں جیب میں ڈال دیا۔ ظاہر ہے کسی احمق سے اتفاقاً وصول ہو جانا بھی غنیمت تھا۔

عمران جیسے ہی بال میں داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر بے وقتیا مکرہٹ دوڑ گئی۔

پورا بال بھانت بھانت کے مردوں اور عورتوں سے بھرا ہوا

تقریر شخص عجیب و غریب لباس میں ملبوس تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے فینسی شو ہو رہا ہو۔ عمران بھی خاموشی سے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے سامنے ایک نوجوان لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ لڑکی بے حد سنجیدہ تھی۔ اسکی آنکھوں سے ظاہر ہوتا تھا جیسے وہ کسی غلط جگہ آ پہنچی ہو۔

"ہیلو ہنی" — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شٹ اپ — تمہیں یہ جرأت کیسے ہوئی کہ میرے ساتھ

اس بے محاشی سے پیش آؤ" لڑکی نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"اے — اے — تم تو مر نہیں چکے بیٹھی ہو۔ چلو

میں نہیں بلکہ سوٹ بنی ہو" عمران نے صلح کن لہجے میں کہا۔

"میرا نام شیلاب ہے — اور میں پرنس وینچل کی سیکرٹری

ہوں" لڑکی نے جب دیکھا کہ عمران یوں آسانی سے نہیں مانقا

تو اس نے عمران پر دھبہ جمانے کے لئے کہا۔

"پرنس وینچل — اچھا — اچھا — وہ عقلمند اعظم۔

لغت بھیجو اس پر — اور تم مجھ سے بات کرو — میرا نام

پرنس آف ڈھمپ ہے۔ پرنس وینچل ہمارے سامنے کیا حیثیت

رکھتا ہے" عمران نے اتنی بے نیاز سی سے کہا۔ جیسے پرنس وینچل

کی شخصیت کو پرکاد کی حیثیت دینے پر بھی تیار نہ ہو۔

"ہو نہ ہو — تو تم بھی پرنس ہو — کون سی ریاست بتلائی

ہے تم نے" شیلاب نے اب اس میں دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔

"ریاست کوگولی مارو — یہ بتاؤ کہ تم نے شادی کا کیس

پر وگرام بنایا ہے" عمران نے سوال کیا۔

”شادی — کیا ہوں۔ — تم کیوں پوچھ رہے ہو؟“ شیلانے چونک کر پوچھا۔

”اس لئے کہ جب سے میں آیا ہوں تم نے میرے لئے کوئی چیز نہیں منگوائی۔“ میں نے سمجھا کہ شادی کا پروگرام بنا چکی ہو۔ اس لئے ہجرت کر رہی ہو۔“ عمران نے احمقانہ لہجے میں جواب دیا اور شیلانے اختیار نہیں پڑی۔

اب وہ عمران کی شخصیت میں پوری طرح دلچسپی لے رہی تھی۔ اس کے ذہن پر چھائی ہوئی بیزاری کی گرد عمران کی باتوں سے اڑ چکی تھی۔

”تم کیا پیو گے۔“ شیلانے جھٹکتے ہوئے پوچھا۔  
”شریٹ، وصل، مدمجون، جبر۔“ عمران نے بڑی سنجیدگی سے کہا اور شیلانے ایک بار سر کلکھلا کر ہنس پڑی۔

”تم بے حد عجیب آدمی ہو۔“ پرنس وینچل سے بھی زیادہ۔“ شیلانے جواب دیا۔

اور اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا، اپنا ایک کلب کے سیکرٹری کی آواز گونجی۔

”احقر۔۔۔ میری بات سنو۔۔۔ کلب کی سالانہ میٹنگ کا آغاز کیا جائے۔۔۔ اس میٹنگ کی صدارت پوری دنیا کی مشہور شخصیت اعلیٰ اعظم جناب پرنس وینچل فرما رہے ہیں۔ میں پرنس وینچل سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ میز صدارت پر تشریف رکھیں۔“ سیکرٹری نے کہا اور دوسرے لئے عمران نے دیکھا کہ ایک

پتلا دھلا نوجوان جس نے سسرال رنگ کا لباس پہنا ہوا تھا اور جسے پرنس وینچل داڑھی لہرا رہی تھی، بڑے غصہ سے انداز میں اٹھا اور چہرے پر دھکی ہوئی ایک بڑی سی میز پر اٹھتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔ اس کے بیٹھنے ہی تمام ڈال تالیوں سے گونج ختم نہیں ہوئی تھی کہ عمران کی آواز ڈال میں اُٹھ رہی۔

”میں احتجاج کرتا ہوں کہ احق اعظم میں ہوں۔ اس میٹنگ کی صدارت مجھے سونپی جائے۔ احق اعظم پرنس آف ڈسکمپ کو۔۔۔ پرنس وینچل تو میرے سامنے گھبراہٹ لگتا ہے۔“ عمران نے کھڑے ہو کر بلند آواز میں کہا۔

اور دوسرے لئے ڈال میں موجود ہر فرد چونک کر اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ پرنس وینچل بھی اپنی چھوٹی چھوٹی آنکھوں سے اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر پراسرار سی مسکراہٹ دیکھ رہی تھی۔

”تم بیٹھ جاؤ۔۔۔ دعوت ناموں پر چونکر پرنس وینچل کا نام چھپ چکا ہے۔ اس لئے مجبور رہی ہے۔ صدارت پرنس وینچل ہی کریں گے۔ سیکرٹری نے انتہائی سہمت لہجے میں کہا۔

”اوہ۔۔۔ یہ بات سے۔۔۔ تب واقعی مجبور رہی ہے۔ مگر ایسا شرط ہے کہ پرنس وینچل کو احق اعظم نہیں کہہ سکتے۔ انکے لئے باقاعدہ ایکشن جونا چاہیئے۔“ عمران نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ مجھے منظور ہے۔“ اس سے پہلے کہ سیکرٹری جواب دیتا۔ پرنس وینچل نے جواب دیا۔ اس کی آواز بھی



کھینچا ہوا آگے بڑھ گیا۔ عمران نے دیکھا کہ شیلہ بڑا سا منہ ہانے لگی

تھی۔ "اوپر ہنس۔ مجھے تم سے ایک خاص بات کرنی ہے۔" وہ نیلے

نے کہا۔ اور پھر اسے لئے ہوئے عمارت کے ایک کمرے میں داخل ہو

گیا۔ یہ شاید اسے کلب کی طرف سے رہائش کے لئے دیا گیا تھا۔

"ہیشو۔" پرلنس وہیل نے اس سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور عمران

کمرے پر چڑھ کر اڑوں بیٹھ گیا۔

پرلنس وہیل اسے کھڑا چند لمحے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے جھپ لگایا

اور بستر پر سر کے بل کھڑا ہو گیا۔

"ہاں تو دوست۔۔۔ بات یہ ہے کہ اگر احمق اعظم کے لئے

ایک شین ہوں تو قوم روٹ جھے دینا۔ اس کے بدلے میں تمہیں اپنی

سیکرٹری شیلہ دون کا۔ وہ بڑی احمق لڑکی ہے۔۔۔ تمہیں خوش

رکھے گی۔" پرلنس وہیل نے مذاکرات کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔۔۔ اگر تم اپنا دوٹ مجھے دو تو اس کے بدلے میں

تمہیں اپنا باورچی سلیمان دون کا۔۔۔ ایسے ایسے احمق نہ

کھائے پکائے کہ تمہیں الٹا کھڑا ہونے کی ضرورت بھی پیش نہیں

آئے گی اور تمہاری کھوپڑی خود بخود تمہارے گھٹکوں میں پہنچ

جائے گی۔"

عمران نے مصویت بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"چلو ٹھیک ہے۔۔۔ ووٹ لے لینا اور باورچی سے دینا۔"

اس کے جسم کی مطابقت سے باریک تھی۔

"ویری گڈ۔ ویری گڈ۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور پھر وہ بارہ کمرے پر بیٹھ گیا۔

میٹنگ کی کارروائی شروع ہو گئی اور پھر چند ہی لمحوں بعد یہ فیصلہ

ہو گیا کہ پرلنس وہیل کی آمد کی خوشی میں آج رات گھڑی بیچ پر کیک

مٹائی جائے جس میں تمام اہمقوں کو حاضرتیں کرنے کی کٹی چٹائی ہوگی اور

اس کے ساتھ ہی میٹنگ برخواست ہو گئی۔

عمران ابھی کمرے سے اٹھنے ہی والا تھا کہ پرلنس وہیل میز سے اتر

کر سیدھا اس کے قریب آگیا۔ شیلہ اسے آتے دیکھ کر مودبانہ انداز

میں اٹھ کھڑی ہوئی۔

"پرلنس آف ڈھمپ۔۔۔ مجھے تم سے مل کر بڑی خوشی ہوئی ہے۔"

پرلنس وہیل نے عمران کا ہاتھ زبردستی پکڑتے ہوئے کہا اور پھر ٹیک

کر عمران کے کان میں سسر گونجی کرتے ہوئے کہا۔

"میری سیکرٹری بڑی بد مزاج ہے اور خاص طور پر بستر میں تو یہ

کھنکھاتی بن جاتی ہے۔"

"اوہ۔۔۔ یہ بات ہے۔۔۔ مگر یہ تو کہہ رہی تھی کہ پرلنس

وہیل بستر میں دلچسپ ترین بن جاتی ہے۔۔۔ جتنی چاہے اس کریم بناؤ۔"

عمران نے شیلہ کی طرف دیکھتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"کیوں سیکرٹری۔۔۔ تم نے یہ راز کی بات پرلنس آف ڈھمپ

کو کیوں بتا دی۔۔۔ ڈھمپ۔۔۔ ایک دم ڈھمپ۔۔۔ پرلنس وہیل

نے انتہائی غصیلے لہجے میں جواب دیا۔ اور عمران کا ہاتھ پکڑ کر اسے

”یہ بات ہے۔۔۔ پھر خشک ہے۔ میں اپنا دوٹو قبیلہ  
 دول کا اور تمہاری کھینچنی جلی کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا“ عمران  
 نے بھی ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا۔  
 ”اچھا۔ بائی بائی۔۔۔ پھر بات کو سمندر پر ملاقات ہوگی  
 پرنس وینچل نے آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا۔  
 اور پھر عربان اٹھ کر تیزی سے کمرے سے باہر نکل آیا۔



عمران نے کلب سے نکل کر اپنی کار کی طرف بڑھا اور چند لمحوں  
 بعد اس کی کار تیزی سے سڑکوں پر دوڑتی چلی جا رہی تھی۔ اس کے  
 ذہن میں ایک نامعلوم سی خلیج تھی۔  
 اسے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے پرنس وینچل کے نام سے وہ  
 آشنا ہو۔ مگر اس کی صحیح ماہیت اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ بار بار  
 کوئی بات اس کے ذہن میں آتے آتے رہ جاتی تھی۔  
 اس ذہنی کش مکش میں مبتلا کار چلتا ہوا وہ دانش منزل کے گیٹ  
 پر پہنچ گیا۔ کار سے اتر کر اس نے گیٹ پر دنگا ہوا خفہ دوس بن دیا  
 اور چند لمحوں بعد گیٹ کھل گیا اور وہ کار اندر لیتا چلا گیا۔

آپریشن روم میں بلیک زیرو نے اس کا تعجب سے بھرپور انداز  
 میں استقبال کرتے ہوئے کہا۔  
 ”بڑی مدت کے بعد آپ کو اسسٹنٹ میں دیکھ رہا ہوں عمران  
 صاحب۔۔۔ بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔  
 ”اب تک میں میک اپ میں رہا ہوں ظاہر۔۔۔ آج تم میرا  
 اپنا اصل روپ دیکھو گے جو“ عمران نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔  
 اور پھر تیزی سے چلتا ہوا لائبریری میں داخل ہو گیا۔ یہاں  
 کلب کی بڑی بڑی الماریوں میں پوری دنیا کے مجرم اور ہاسوسوں  
 کے ریکارڈ کی فائلیں موجود تھیں۔

عمران کوئی دیر تک کیٹلاگ دیکھتا رہا اور پھر اس کی آنکھیں ایک  
 نام دیکھ کر بے ساختہ جمک اٹھیں۔ اس نے کیٹلاگ بند کی اور کونے  
 میں موجود ایک الماری کی طرف بڑھ گیا۔ جلد ہی اس کے ہاتھ میں ایک  
 سرخ فائل موجود تھی۔

اسسٹنٹ نے فائل کو لے کر ایک نظر اس پر ڈالی اور پھر فائل بند کر کے  
 دوبارہ آپریشن روم میں آ گیا۔

”کوئی کیس شروع ہو گیا ہے عمران صاحب“ بلیک زیرو نے اسے  
 فائل بچھڑے دیکھ کر پوچھا۔

”ابھی شروع تو نہیں ہوا۔۔۔ مگر میں سوچ رہا ہوں کہ زبردستی  
 شروع کرادوں۔۔۔ اب فارغ بیٹھے بیٹھے میسے ذہن کو دنگ لگتا  
 جا رہا ہے“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر صوفے پر بیٹھ کر اس  
 نے فائل کھول کر پڑھنی شروع کر دی۔ کافی دیر تک وہ بیٹھ فائل کا

مطالعہ کرنا رہا۔ پھر اس نے فائل بلیک زیرو کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”اسے پڑھو طاہر۔۔۔ اور مجھے بتاؤ کہ اگر یہ مجرم ہمارے ملک میں آجائے تو کیا کہیں شروع نہیں ہو جانا چاہیے۔“

بلیک زیرو نے فائل کے پڑھنا شروع کر دی اور پھر اس نے ایک طویل سانس لے کر بند کر دی۔

”یہ تو بیکہ خطرناک مجرم ہے عمران صاحب۔۔۔ اگر واقعی یہ ہمارے ملک میں موجود ہے تو یقیناً کسی خطرناک کیس کا آغاز ہو چکا ہے۔“

بلیک زیرو نے فائل بند کر کے عمران سے مطالبہ ہو کر کہا۔

”ہاں۔۔۔ پرنس وینچل سینڈ لومزی کے نام سے یورپ کی زیر زمین دنیا میں مشہور ہے۔ یہ بیکہ چالاک، عیار اور معصوم صورت مجرم ہے۔۔۔ اس کا جرم کرنے کا طریق کار اتنا اٹکا ہوتا ہے کہ مشن کی کامیابی تک اس پر کوئی شک نہیں کر سکتا۔“

عمران نے بلیک زیرو کو تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”مگر آپ کو کیسے معلوم ہے کہ یہ ہمارے ملک میں آچکا ہے؟“

بلیک زیرو نے سوال کیا۔

”میں ابھی ابھی اس سے مل کر آیا ہوں۔۔۔ ہمارے ملک میں اس کا نام پرنس وینچل ہے اور یہ اہمقان ملک کی صدارت کرنے کیلئے آیا ہے۔“

عمران نے جواب دیا اور پھر تمام تفصیل بلیک زیرو کو بتا دیا۔

”مگر ہو سکتا ہے کہ اس کا مقصد محض تفریح ہو۔ کیونکہ اہمقان ملک

کی صدارت کرنا تو کوئی جرم نہیں۔۔۔“

بلیک زیرو نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔۔۔ یہ کوئی جرم نہیں ہے۔ مگر میری ہلک سی جرم کی خوشبو سونگھ رہی ہے۔۔۔ پرنس آف ڈسمپ کا نام سن کر اس نے جس طرح میری ذات میں دلچسپی لی ہے اس سے میں مشکوک ہو گیا تھا۔ اور پھر وینچل کا نام میرے ذہن میں کلک رہا تھا۔ بہر حال ہمیں بہر حال میں چرکنار بننا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ سینڈ لومزی ہمارے ملک سے کوئی شرکوش مار کر لے جائے اور ہم واقعی اہمقان ملک کے ممبر بنے رہ جائیں۔“

عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”مشک ہے۔۔۔ ہمیں بہر حال چرکنار بننا چاہیے۔“

بلیک زیرو نے عمران کی بات کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

”چوکنائی نہیں۔۔۔ پہنچ کتا بلکہ چھ کتا بننا پڑے گا۔“

عمران نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

اور بلیک زیرو کا ہر ہے سوائے مسکراتے کے اور کیا کر سکتا تھا۔

”دچھا۔۔۔ میں چلتا ہوں۔ تم ایسا کرو۔ جو دیا ہے کہہ کر تمام ممبران کی سگھڑی پیچ پر ڈالو تو لگا دو۔ ان کا کام صرف عذرانی کرنا ہو گا اور اگر ضرورت پڑی تو میں ان سے رابطہ قائم کر لوں گا۔“

عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور پھر بلیک زیرو کو اشارات میں سر ہلانے دیکھ کر وہ اپریشن روم سے باہر نکل گیا۔

دیا۔ جن نے ہی دوسری طرف سے لگی سی آواز ابھری۔

"ہیں۔۔۔ واٹ فاکس سپیکنگ۔۔۔ اور۔۔۔"

"شیلڈ سپیکنگ دس اینڈ۔۔۔ اور۔۔۔ شیلڈ نے قدر سے  
موجودہ پلے میں جواب دیا۔

"ریورٹ پلینز۔۔۔ اور۔۔۔ دوسری طرف سے اس بار قدر سے  
کہ خت آواز سنائی دی۔

"پرنس آف ڈھب سرخ رنگ کی سپورٹس کار فربھی اے ون ریڈ  
فائبرون میں کب سے لپک کر لوکس روڈ کی ایک بہت بڑی قلعہ نما  
عمارت میں داخل ہوا ہے۔ عمارت پر نہ ہی کوئی نمبر ہے اور نہ ہی کوئی  
نیم پلٹ ہے۔۔۔ اب میرے لئے کیا حکم ہے۔۔۔ اور۔۔۔  
شیلڈ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اسے قلاب کا شک تو نہیں پڑا۔۔۔ اور۔۔۔ دوسری طرف  
سے سوال کیا گیا۔

"نہیں جناب۔۔۔ قلعہ نہیں۔۔۔ اور۔۔۔ شیلڈ نے با اعتماد  
الجے میں جواب دیا۔

"اچھا تم وہیں ٹھہرو۔۔۔ میں نمبر ایون اور نمبر سکس کو بھیج رہا  
ہوں۔ یہ دونوں وہیں ٹھہریں گے۔ اور جب پرنس آف  
ڈھب عمارت سے باہر نکلے تو تم نے اس کا قلاب کرنا ہے۔ اور یہ  
دونوں عمارت کی تلاش میں گئے۔۔۔ اور۔۔۔ دوسری طرف  
سے بتایا گیا۔

"او۔۔۔ کے سر۔۔۔ اور۔۔۔ شیلڈ نے جواب دیا۔

عمر اسے کی کار بھیجے ہی پارکنگ شیڈ سے نکلی تھی۔ ایک نیلے رنگ  
کی فیٹ بھی شارٹ ہو کر اس کے پیچھے چل دی تھی۔ فیٹ میں  
ڈرائیونگ سیٹ پر پرس و فیل کی سیکرٹری شیلڈ تھی اور وہ بڑی ہوشیار  
سے عمران کا قلاب کر رہی تھی۔

عزت مرگول سے گزرنے کے بعد جب عمران کی کار ڈائنس منزل  
کے گیٹ پر رکی تو اس سے تھوڑی دور شیلڈ کی فیٹ بھی ایک رخت  
کے نیچے موجود تھی۔

عمران کی کار کے گیٹ کے اندر جانے کے بعد شیلڈ نے کار کے  
بڑھائی۔ اور پھر وہ ڈائنس منزل کے گیٹ کے سامنے سے گزرتی ہوئی  
آگے بڑھتی چلی گئی۔ کافی دور آگے جا کر اس نے ایک سنان بگ پر  
لہجی کاررو کی اور پھر کار کے فیٹ بورڈ میں ایک سرخ رنگ کا

”اور اینڈ آل“ دوسری طرف سے کہا گیا۔ اور شیلہ نے ٹہن دیا کہ رابطہ ختم کر دیا۔ اب وہ المینان سے کار میں بیٹھی دانش منزیل کے گیٹ کی طرف دیکھ رہی تھی۔

قریباً دس منٹ کے بعد ایک کار اس کے قریب آکر رکی اور پھر اس میں سے دو نوجوان نکل کر شیلہ کی طرف بڑھے۔

”کیا ہم آپ کی کوئی مدد کر سکتے ہیں۔۔۔ وامٹ فاکس“ ان میں سے ایک نے بات کرتے ہوئے آخر میں دیے لیجے میں دانش فاکس کہہ دیا۔

”فیر بلاؤ“ شیلہ نے قد سے کرخت لیجے میں کہا۔

”فیر ایون۔۔۔ فیر کس“ دونوں نے اپنے اپنے فیر ہٹائے۔

”اد کے۔۔۔ وہ سامنے جو قلعہ نما عمارت ہے۔ یہ تمہارا

ٹارگٹ ہے۔ اپنی کار یہاں سے ہٹا کر لے جاؤ۔ جب میری کار چل

بڑے تہ قہر سے تمہاری عمارت کے اندر داخل ہونا ہے۔۔۔ باقی

ہدایات تو نہیں مل سکی ہوں گی“ شیلہ نے دانش منزیل کی طرف اشارہ

کرتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔۔۔ آپ بے فکر رہیں۔۔۔ ہم ایسے کاموں

کے ماہر ہیں“ ان دونوں نے جواب دیا اور پھر مڑ کر تیزی سے اپنی

کار کی طرف بڑھ گئے۔ اور پھر ان کی کار ایک جھینے سے آگے بڑھتی

چلی گئی۔

شیلہ ایک بار پھر دانش منزیل کے گیٹ پر نظر لی جو اب کھل گیا۔

اور تقریباً پانچ منٹ بعد اسے عمارت کا دیویریکل گیٹ کھلتا نظر آیا۔ اس

لے شیلہ نے کار سٹارٹ کر دی۔ کار آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگی۔

اس نے بیک مرر کو اس انداز میں سیٹ کیا ہوا تھا کہ اس عمارت کا

گیٹ صاف نظر آ رہا تھا۔

اس کی کار آہستہ آہستہ رنگ دی تھی اور پھر اسے گیٹ سے

سرخ رنگ کی سپورٹس کار نکلتی نظر آ گئی۔ گیٹ سے باہر نکلنے ہی اس کا

رُخ دائیں سمت ہو گیا۔ اور یہی شیلہ کی کار بھی موجود تھی۔

چنانچہ جب سپورٹس کار شیلہ کی کار کے قریب سے گزری تو شیلہ نے

جان بوجھ کر اپنا رخ دوسری طرف موڑ لیا۔ سپورٹس کار آگے بڑھتی چلی

گئی۔ کافی فاصلہ دے کر شیلہ نے اس کا نقاب کشودہ کر دیا۔

سپورٹس کار مختلف مڑکوں سے گزرنے کے بعد سڑ پارکیٹ کے

ایک کینے کے سامنے جا کر رُک گئی اور پھر عمران کار سے نکل کر کینے میں

داخل ہو گیا۔ شیلہ اس سے تھوڑی دور کار دھکے اس کے باہر نکلنے کی

منتظر رہی۔ مگر جب کافی دیر تک عمران واپس نہیں آیا تو اس نے کار لاک

کی۔ اور پھر تیز تر قدم اٹھاتی ہوئی۔ کینے کے گیٹ میں داخل ہو گئی۔

گیٹ میں داخل ہوتے ہی اسے دور ایک میز کے نیچے عمران بیٹھا

نظر آ گیا۔ عمران اپنے سامنے کافی کی پیالی رکھے جیسے جام جمشید میں آنے

والے حالات کا صانع کر رہا ہو۔

شیلہ کے لئے اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ اس

کے پاس جا بیٹھتی۔ چنانچہ وہ تیز تر قدم اٹھاتی ہوئی اس کی میز کے قریب

پہنچ گئی۔ مگر عمران کا استغراق نہیں ڈٹا۔ وہ اسی حالت میں بیٹھا رہا۔

”کیا میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں پرس“ شیلہ نے بڑے میٹھے لیجے

ہمارا تعارف تو جو چکا ہے۔" شیلانے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اعتماد کلب۔ یہ کہاں ہے۔" کیا کوئی نیا چڑیا گھر قائم ہوا ہے؟" عمران نے کپٹی پر انگلی رکھ کر غور کرنے والے انداز میں کہا۔

"ارے۔۔۔ میرا نام شیلانہ ہے اور میں پرس و پرسی کی سیکرٹری ہوں۔" شیلانے اس بار سنجیدگی سے جواب دیا۔ کیونکہ پہلے تو وہ سمجھتی رہی تھی کہ عمران ایک لڑکے کا رول ہے۔ مگر عمران کے چہرے اور آنکھوں میں اجنبیت کے آثار اتنے واضح تھے کہ اسے بھی سنجیدگی اختیار کرنی پڑی تھی۔

"کیلا۔۔۔ بہت خوب۔۔۔ یعنی اب لڑکیوں نے بھی کھیلوں کے نام اپنانے شروع کر دیئے ہیں۔ بہت خوب۔۔۔ مرس کیلا۔" عمران نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"کیلا نہیں۔۔۔ شیلانہ۔۔۔ شیلانہ اس بار جھلکتے ہوئے کہتا تھا۔

"اچھا۔۔۔ اچھا۔۔۔ میں نے سن لیا ہے۔" ویز۔۔۔ ادھر آؤ اور ایک درجن کیلے لے آؤ مرس کیلا۔۔۔ اوه۔ سوری مرس شیلانہ کے لئے۔"

عمران نے شیلانہ کو جواب دیتے دیتے ویز کو آڈر دینا شروع کر دیا۔ اور ویز صرف مسکرا کر آگے بڑھ گیا۔

"ہاں تو مرس جھیلانہ۔۔۔ آپ کیا کہہ رہی تھیں۔۔۔ ذرا پھر سے بتائیے۔" عمران نے آگے بڑھ کر سرگوشیاں دہرائیں۔

میں عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

اس کی آواز سنتے ہی عمران یوں بڑی طرہ سے چونکا کر کسی سے گئے گئے رہ گیا۔

"بیلٹو۔۔۔ بیلٹو۔۔۔" مگر یہ خیال رہے کہ رومائس کا ٹاپک مت چھوڑنا۔۔۔ میں اس سے الگ ہو گیا اور مجھے اباجان نے جی سختی سے بند کیا ہوا ہے۔

کہ اگر اس قسم کی بات کسی لڑکی سے کی تو ریاست سے عاقی کروں گا۔ عمران نے شیلانہ کی طرف ہنوز دیکھتے ہوئے بڑے مصوم لہجے میں کہا۔ مگر اس کی نظروں سے اجنبیت نمایاں تھی۔ جیسے وہ شیلانہ کو پہلی بار دیکھ رہا ہو۔

"شکر یہ پرس۔" شیلانہ نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

اور عمران ایک بار پھر کافی کی پیالی کو دیکھنے میں مصروف ہو گیا۔ "کافی ٹھنڈی ہو گئی ہے۔" شیلانہ نے مسکراتے ہوئے گنگو کا آئنا دیکھا۔

"کافی ٹھنڈی۔۔۔ باب رے مجھے اتنی ٹھنڈی تو نہیں چاہیے۔ میں معمولی سی ٹھنڈی کافی ہے۔" عمران نے جواب دیا اور شیلانہ اس کی بات پر بے اختیار ہنس پڑی۔

"آپ کامیاب تعارف تو نہیں ہے۔ پھر آپ کیوں نہیں رہی ہیں۔" قبلہ اباجان کہتے ہیں کہ بغیر تعارف کے نہیں ہنسنا چاہیے۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں شیلانہ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تو کیا آپ واقعی مجھے نہیں پہچانتے۔" اعتماد کلب میں آپ کا

سے آٹھ بجے کے دوران میری یادداشت عائب ہو جاتی ہے۔ یہ مجھے بڑی پرانی بیماری ہے۔ اگر اس دوران مجھ سے کوئی گفتگو جوتی ہو تو میں مددت پاتا ہوں۔ عمران نے اس کا ہاتھ بڑے پیار بھرے انداز میں اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔

”بڑی لکھی بیماری ہے۔۔۔۔۔۔ بہر حال یہ بتائیں کہ آج آپ ہنگ پر آ رہے ہیں یا؟“ شیلہ نے بھی بڑے میٹھے لہجے میں کہا اور ساتھ ہی عمران کا ہاتھ بھی دھیرے سے دبا دیا۔

”ارادہ تو نہیں تھا۔۔۔۔۔۔ بہر حال اگر تم کو ضرور آؤں گا۔۔۔۔۔۔ اور ہاں۔۔۔۔۔۔ مجھے یاد آیا۔۔۔۔۔۔ تمہارے پرش نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ احمق انظم کے ایکشن میں اگر میں اسے دوٹ دوٹ تو وہ تمہیں مجھے بخش دے گا۔۔۔۔۔۔ کیوں کیا خیال ہے دے دوٹ دوٹ۔“ عمران نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔

”جیسے آپ کی مرضی ہو۔۔۔۔۔۔ میں کیا کہہ سکتی ہوں؟“ شیلہ نے شرارتے ہوئے کہا۔

”اچھا۔۔۔۔۔۔ اچھا۔۔۔۔۔۔ مزدور دوٹ دوٹ لگا۔ مگر یہ سوش لو میں غلبے مزر آدمی ہوں۔۔۔۔۔۔ ویٹر۔۔۔۔۔۔ ویٹر۔۔۔۔۔۔ اے ویٹر۔ جلدی ادھر آؤ۔“ عمران نے شیلہ کو جواب دیتے ہوئے ویٹر کو پکارنا شروع کر دیا۔ دوسرے لمحے ویٹر اس کے قریب پہنچ گیا۔

”ویٹر۔۔۔۔۔۔ کافی نے آؤ جلدی۔“ عمران نے ویٹر کو آؤر دیتے ہوئے کہا۔

اور ویٹر اثبات میں سر ہلا کر آگے بڑھ گیا۔

”ٹائٹنس۔۔۔۔۔۔ کیا تم واقعی احمق ہو۔۔۔۔۔۔ پھیلا نہیں شیلہ میرا نام ہے اور میں پرش کی سیکرٹری ہوں؟“ شیلہ نے اس بار واقعی شدید جھنجھلاہٹ سے جھرجھریا لہجے میں کہا۔

”ٹائٹنس۔۔۔۔۔۔ احمق۔۔۔۔۔۔ شیلہ۔۔۔۔۔۔ تو تمہارے تین نام ہیں۔ مگر مجھے تو ٹائٹنس پسند ہے۔۔۔۔۔۔ کیوں کیا ہے۔“ عمران نے بڑے مدصوم لہجے میں جواب دیا۔ اور شیلہ کا دل چاہا کہ باوجود کٹھن کر کے یہ مسائل میں بیٹھے پرش کا سر توڑ دے۔ مگر سوائے خون کے گھونٹ پینے کے وہ اور کیا کر سکتی تھی۔ چنانچہ اس بار اس نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ دانت چیرنے کو بیٹھی رہی۔

عمران چند لمحے تو بڑی بے نیازی سے جھپٹا ادھر ادھر دیکھتا رہا جیسے اسے شیلہ کی دہان موجودگی کا علم ہی نہ ہو۔ اچانک وہ بڑی طرح چوہک پڑا اور پھر اس نے کلائی کی گھڑی دیکھی اور اس بار جب اس نے شیلہ کی طرف دیکھا تو اس کے چہرے پر شرمنا سانی کے آثار ابھر گئے تھے۔

”ارے میں شیلہ۔۔۔۔۔۔ آپ یہاں کب آئیں۔ بہت عرصہ کے معلوم تھا کہ آپ کی میری ملاقات احمق جلدی ہو جائے گی۔ عمران نے زندگی سے بھرپور کہے میں کہا، ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے اسے اب معلوم ہوا ہو کہ شیلہ وہاں موجود ہے۔

شیلہ اس اچانک کا یاہٹ پر پہلے تو چند لمحے جھنجھکی میٹھی رہی۔ پھر اسی نے چہرے پر مسکراہٹ لائے سمجھ لیا۔

”اشکوبہ آپ کو خیال تو آیا اور نہ پچھلے آدھے گھنٹے سے آپ مجھے پہچان ہی نہیں رہے تھے۔

”اوہ۔۔۔۔۔۔ شیلہ ڈیکو۔۔۔۔۔۔ ویٹر ہی سوری۔ دراصل سات بجے

”تمہارا اصل نام کیا ہے“ — شیلانے عمران سے مخاطبہ کر پوچھا۔ اور اس بار شیلانہ کی آنکھوں میں عمران کو ایسے جذبات نظر آئے کہ اس نے دل ہی دل میں انا اللہ کا ورد کرنا شروع کر دیا۔  
 ”پرنس فیکشو“ — عمران نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔  
 ”فیکشو“ — یہ کیا نام ہوا؟“ شیلانے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”ہیں۔۔۔ شہزادوں کے ایسے ہی نام ہوتے ہیں۔“ عمران نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ اسی لمحے ویٹر نے کافی ان کی میز پر سرود کر دی۔  
 ”تم کافی بناؤ۔۔۔ میں ذرا اپنے باڈی گارڈ کو طلب کر دوں رات ہو چکی ہے اور اب مجھے ڈر لگنا شروع ہو گیا ہے۔“ عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا اور تیزی سے اٹھ کر گاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔

شیلانہ کافی بنانے میں مصروف ہو گئی مگر اس کا ذہن عجیب کن فیکشو کا شکار تھا۔ اسے پرنس بچہ معصوم، بھولا بھالا اور قلعی بے مزر معصوم ہوتا تھا۔ مگر وہ جانتی تھی کہ پرنس وینچل اس کے متعلق کیا منصوبہ بنائے ہوئے ہے۔ کئی بار اس کے جی میں آیا کہ اس معصوم انسان کا آنے والے خطرے سے آگاہ کر دے۔ مگر پھر وہ رک گئی۔ کیونکہ وہ پرنس وینچل کی ظالمانہ طبیعت سے اچھی طرح واقف تھی۔

اسے معلوم تھا کہ پرنس وینچل کو اگر شیلانہ پر ذرا برابر بھی شک پڑے تو وہی شیلانہ زندہ رہ سکے گی اور نہ ہی اسے اپنی مرضی سے موت مل سکے گی۔ دوسری بات یہ تھی کہ شیلانہ اس معصوم مگر بے حد وحشیانہ

نوجوان کو دل سے پسند کرنے لگی تھی۔  
 اب بھی کافی بناتے ہوئے وہ یہی سوچ رہی تھی کہ اس کے سامنے پرنس وینچل کا اصل روپ آشکارا کر دے۔ مگر پھر وہ پرنس وینچل کے دوسرے رخ کا تصور کر کے کانپ گئی۔ آخر اس نے فیصلہ کیا کہ آخری کھوں میں وہ اشارہ پرنس کو چھپا کر کر دے گی۔ اس کے بعد اس کی قسمت۔

اتنے میں پرنس دوبارہ کرسی پر آ بیٹھا اور شیلانہ نے کافی کا کپ اس کی طرف کھسکا دیا۔ پرنس نے بڑے اطمینان سے کافی پینی شروع کر دی۔

اور شیلانہ کو اس کی معصومیت کا دل سے یقین آ گیا۔ کیونکہ پرنس وینچل کے کہنے کے متعلق اگر پرنس فیکشو کوئی خطرناک شخصیت ہوتا تو اسے شک بھی ہو سکتا تھا کہ کافی میں کوئی چیز ملا دی گئی ہو مگر جس اطمینان سے وہ کافی پی رہا تھا اس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ بے چارہ واقعی ایک اچھی اور بھولا بھالا پرنس ہے۔

”کیا تم نے واقعی کوئی باڈی گارڈ رکھا ہوا ہے؟“ شیلانہ نے عمران سے پوچھا۔

”ہاں۔۔۔ مگر صرف رات کے لئے۔ کیونکہ رات ہوتے ہی مجھے ڈر لگنا شروع ہو جاتا ہے۔“ پھر آج تو سمندر کے کنارے جانا ہے اور سمندر سے تو مجھے دن میں بھی ہول آتا ہے۔ عمران نے بڑے معصومیت بھرے لہجے میں جواب دیا۔

ابھی دونوں کو کافی پیتے چند ہی لمحے گزرے ہوں گے کہ شیلانہ



چونکہ پڑی۔ اس نے کیفے کے دروازے پر ایک لمبے ترسے لگائے  
نامیشتی کو دیکھا جس نے ٹاکی دردی پہنی ہوئی تھی اور جس کے دونوں  
پہلوؤں میں لگے ہوئے بوسٹروں میں ریلو اور صاف نظر آ رہے تھے  
”میرا باڈی گارڈ آگے۔۔۔ دیکھا کرتا اچھا باڈی گارڈ ہے  
میرے آبا جان نے مجھے تھوڑے کے طور پر دیا ہے۔“ مسلمان  
غوشی سے کلکاریاں مارتے ہوئے کہا۔  
اس کا انداز ایسا تھا جیسے کوئی بچہ دوسرے کو اپنا ڈال پے  
تھوڑا کھارہا ہو۔

جب شی نے کیفے کے دروازے پر ڈنگ کر ایک لمبے کے لئے قنا  
ہال پر نظریں دوڑائیں اور پھر وہ تیر کی طرح عمران کی طرف بڑے  
لگا۔ ہال میں بیٹھے ہوئے تمام افراد اس گرائڈل عبثی کو دیکھ کر قند  
خونستہ ہو گئے تھے۔ کیونکہ اس کے ہال میں داخل ہوتے ہی بیکن  
ہال پر موت کی سی خاموشی طاری ہو گئی تھی۔

عمران کے قریب یہ پہنچ کر عبثی نے عمران کو زوردار سیلوٹ  
اور پھر عمران کی کرسی کے پیچھے تن کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا ایک ہاتھ ریلو  
کے دستے پر تھا۔ اور ایسا حسوس ہوتا تھا جیسے ابھی ریلو اور ٹکا  
کر بے شامشا فائرنگ شروع کر دے گا۔

”یہ میرا باڈی گارڈ جوزف ہے۔ اور یہ میں شیلہ۔“  
عمران نے شیلہ اور جوزف کا قاتل کرتے ہوئے کہا۔

جوزف نے ایک اپٹتی ہوئی نظر شیلہ پر ڈالی اور پھر سیدھا  
گیا اور پھر شیلہ بے چاری مرعوب ہو کر رہ گئی۔ وہ تصور بھی نہیں کر سکتا

تھی کہ اس واقعہ نوجوان کا اتنا گرائڈل باڈی گارڈ بھی ہو سکتا ہے  
اب اسے یقین آ گیا تھا کہ یہ نوجوان واقعی کسی ریاست کا پرنس ہے  
چنانچہ یہ خیال آتے ہی شیلہ کے دل میں عمران کے متعلق پسندیدگی کے  
ہذبات ابھر آئے۔

ظاہر ہے ایسے اعلیٰ مالدار پرنس لڑکیوں کے شروعات سے ہی آئیڈل  
رہے ہیں۔ اس میں بچاوری شیلہ کا کیا قصور۔

”چلو شیلہ لنگھڑی بیچ۔۔۔ میرا خیال ہے کہ پچک کا وقت  
ہو گیا ہے۔“ عمران نے جب سے ایک بڑا سا ٹوٹ نکال کر  
کافی دان کے نیچے رکھتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ شیلہ کا ہاتھ پکڑے  
ٹیکٹ کی طرف بڑھنے لگا۔

جوزف بڑے باعرب انداز میں اس کے پیچھے چل رہا تھا اور  
ہال میں موجود ہر فرد انھیں پھاڑے انہیں دیکھ رہا تھا۔  
کیفے سے باہر نکل کر جیسے ہی عمران اپنی کاسکی طرف بڑھا شیلہ نے  
اس سے مخاطب ہو کر کہا

”اچھا پرنس۔۔۔ میرے پاس اپنی کار ہے۔۔۔ اب پچک  
پر ملاقات ہوگی۔ مجھے اجازت دیں۔“

”اسے گوئی مارو کار کو یہیں رہنے دو۔۔۔ تم میرے ساتھ  
چلو۔“ عمران نے اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔

”نہیں پرنس۔۔۔ میں نے ایک ضروری کام کرنا ہے۔ اس کے  
بعد میں بیچ لنگھڑی جاؤں گی۔۔۔ مجھے اجازت دو۔“ شیلہ نے منہ  
کرتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔۔۔ پھر میں تو باری کار میں بیٹھ جاتا ہوں۔ میں، تم سے جدا نہیں ہونا چاہتا۔ تم مجھے بچہ پسند آتی ہو۔۔۔ میں ضرور پشور و نعل کو دوت دے کر تمہیں ماحصل کر لوں گا۔۔۔ تم بے فکر ہو جاؤ۔“  
 عمران نے ایسے لہجے میں کہا جیسے وہ مشکل طور پر شیلیا پر ریشہ خلو ہو چکا ہو۔

اور پھر شیلیا نے اکیلے جانے پر کافی اصرار کیا۔ مگر عمران بھلا کہاں باز آتا تھا۔ وہ اس کی کار میں بیٹھ گیا۔ جوڑت کو اس نے اپنی کار کے لئے کاٹھم دیا۔ مجبوراً شیلیا کو ڈرائیونگ سیٹ سنبھالنی پڑی۔  
 اس دوران عمران اپنا کام کر چکا تھا۔ اس کا ہاتھ کوٹ کی جیب سے باہر آیا اور اس نے ایک ماچس جتنا مجس ڈیش بورڈ کے نیچے چڑھ دیا۔ پھر جیسے ہی شیلیا نے کار موڑی۔ اچانک عمران پرچ بڑھا۔  
 ”ارے۔۔۔ ارے۔۔۔ کار روکو۔۔۔ مجھے یاد آگیا۔“  
 عمران نے کہا اور شیلیا نے گھبرا کر زور سے بریک مار دی۔  
 ”کیا یاد آگیا۔۔۔“ شیلیا نے جھنجھلا کر پوچھا۔  
 ”مجھے یاد آگیا ہے کہ میں نے اچھا لک من نہیں دھویا۔ میں

رات کو مزد دھوئے بغیر باہر نہیں نکلتا۔“ عمران نے دروازہ کھول کر باہر نکلے ہوئے کہا اور شیلیا اس طرح آسانی سے جان چھوڑا جانے پر دل میں حلی خوش ہو گئی۔  
 ”اچھا ڈیر۔۔۔ پھر سمندر کے کنارے ملاقات ہوگی۔“

اوکے۔۔۔ بائی بائی۔“ عمران نے ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا۔ اور پھر تیز قدم اٹھاتے ہوئے اپنی کار کی طرف موڑ گیا۔

شیلا نے اپنی کار آگے بڑھا دی۔ عمران کو کار کی طرف آتے دیکھ کر جوڑت ڈرائیونگ سیٹ سے سٹ گیا۔ عمران نے دروازہ کھولا اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹ گیا۔  
 ”باس۔۔۔ آپ اس پیریل کو کیوں اتنی لٹٹ لے رہے ہیں۔“  
 جوڑت نے ہنسے طنز پر لہجے میں کہا۔

”اسے کہیں پیریل لگ رہی ہے۔ اتنی خوبصورت اور سمارٹ اور زمین لڑکی ہے۔ کیا خیال ہے جوڑت اس سے شادی نہ کر لوں۔“ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں جوڑت سے مطالبہ ہو کر کہا۔

”خداوند جو شوا آپ پر رحم کریں۔ آپ کے سارے مزدور گردش میں آ گئے ہیں۔“ جوڑت نے خوف زدہ لہجے میں انھیں بچاؤتے ہوئے کہا۔

”کوئی بات نہیں۔۔۔ حرکت میں اگر گردش تو کریں گے رات سے سارے جام ہوئے پڑے ہیں۔ حرکت میں برکت ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر ڈیش بورڈ کا ایک بٹن دبا کر کار آگے بڑھا دی۔

تھوڑی دور آگے جاتے کے بعد اس نے کار بائیں طرف موڑی اور پھر اس نے بیک مرر پر نظر ڈالی تو اسے دور شیلیا کی کار اپنے پیچھے آتی نظر آئی۔ اس کے چہرے پر پُر اصرار سی مسکراہٹ دینگ گئی۔ اسی لمحے اچانک ڈیش بورڈ سے ایک آواز گونجی۔  
 ”ہیلو۔۔۔ ہیلو۔۔۔ شیلیا کا لنگ وائٹ فاکس۔۔۔ اور۔۔۔“

یہ آواز شیلا کی تھی۔

اور آواز سنتے ہی عبدالن نے مسکرا کر جوزف کی طرف دیکھا اور اب جوزف کی سمجھ میں قاسم بات آگئی۔ چنانچہ جوزف نے دانت نکالی دیئے۔ عبدالن کا شیلا کو فٹ دینے کا مقصد اب اسے بھڑکی سمجھ آ گیا تھا۔

”ہیں۔۔۔ وارنٹ فاکس سپیکنگ۔۔۔ اور۔۔۔ دوسری طرف سے ایک کمرشت آواز سنائی دی۔

”باس۔۔۔ ہمیں پرنس کے تعاقب میں ہوں۔۔۔ درمیان میں پرنس ایک کھینے میں بیٹھ گیا تھا۔ میں بھی اس کے ساتھ وہیں تھی۔ ویسے ایک بات ہے بائسن۔۔۔ یہ پرنس تو انتہائی بھولا بھالا اور احمق انسان ہے۔۔۔ یہ چارے لئے خطرناک کیجے ہو سکتا ہے اور۔۔۔ شیلا کی آواز سنائی دی۔

”ہو نہر۔۔۔ تو تم بھی اس کی مصیبت کا شکار ہو گئیں۔ شیلا یہ بات یاد رکھو کہ یہ پرنس بظاہر مبتلا احمق اور بھولا بھالا معلوم ہوتا ہے اور اصل اتنا ہی خطرناک اور دیار ہے۔ اس ملک میں بڑے بڑے جفا دہی مجرم آتے اور اس کے ہاتھوں اپنی گردنیں ٹھوڑا بیٹھے۔ اس لئے اس ملک میں آتے ساتھ ہی میں نے سب سے پہلے اس کے بندوبست کرنے کا پروگرام بنایا ہے۔ اس کے بعد اصل مشن پر کام کریں گا۔ اور۔۔۔ دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

”ہو نہر۔۔۔ یہ بات ہے تو پھر کیوں نہ پاس اسے گوئی مادی جلتے۔ خواہ مخواہ اتنا بکیرا پالنے کی کیا ضرورت ہے۔ اور۔۔۔

شیلا کی سنبیدگی سے مجبور آواز سنائی دی۔

”اوہو۔۔۔ ایسی حرکت نہ کرنا ورنہ یہ چوکتا ہو جائے گا اور پھر ہمیں یقیناً مشن میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑے گا۔۔۔ میں بے خبری میں اسے مارنا چاہتا ہوں۔۔۔ اور۔۔۔ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

”ایزولائیٹک بائسن۔۔۔ اور۔۔۔ شیلا نے سپاٹ بچے میں جواب دیا۔

”اوکے۔۔۔ ویسے اب تم ہیڈ کوادرٹر آ جاؤ۔۔۔ اگر اس نے قبضہ نہ دیکھ لیا تو وہ چوکتا ہو جائے گا۔۔۔ میں اس کا کوئی اور بندوبست کرتا ہوں۔۔۔ اور اینڈ آل۔۔۔ وارنٹ فاکس نے جواب دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

عمران نے مسکراتے ہوئے کار کی سپیڈ اور بڑھا دی یہ سڑک کافی دو رنگ سیدھی چلی گئی تھی۔ اس لئے اسے یقین تھا کہ شیلا بیڑے کے اس کے پیچھے آئے گی۔

چنانچہ اس نے کار کی سپیڈ اور بڑھا دی اور پھر سڑک کے موڑ کے قریب پہنچتے ہی اس نے پوری قوت سے کار کو دائیں طرف گھمایا۔ اور ایک گلی میں لیتا پھلا گیا۔ جلد ہی دو چار گیلیوں سے کار لکھائی کردہ ایک اور سڑک پر آ گیا۔

اب وہ اپنا تعاقب کرنے والوں کو جھٹک چکا تھا۔ چنانچہ اس نے کار بڑے اطمینان سے اپنے فلیٹ کی طرف موڑ دی۔

کا دیگرن میں کھڑکی کے وہ جوزف کو لئے سیڑھیاں چڑھتا

پڑا اعتماد لہجے میں جواب دیا۔  
 "اد کے — پھر آپ پرنس وینچل کے متعلق تمام کوائف مکمل کر کے مجھے کل تک دے دیں — یہ بے حد ضروری ہے" عمران نے جواب دیا۔  
 "کیا کوئی چکر چل گیا ہے — مجھے تو بتاؤ" سرسلطان نے

سوال کیا۔

"نہیں جناب — اور تو کوئی چکر نہیں ہے۔ دراصل اہمقان کلب نے اہمق اعظم کے انکیشن کر دئے ہیں۔ جس میں میرے مقابلے میں وہ پرنس وینچل بھی ہے اور آپ جانتے ہیں میرے مقابلے میں وہ کیسے اہمق اعظم بن سکتا ہے۔ میں اسے کلب کے عمران کے سامنے عقلمند اعظم ثابت کر دوں گا اور اس طرح وہ انکیشن بار جائے گا۔ بس اتنی سی بات ہے" عمران نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"تم اپنی حرکتوں سے باز نہیں آؤ گے — اچھا۔ میں کل تمام کوائف بتا دوں گا" سرسلطان نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور ریشیور لکھ دیا۔

"چلو جوزف — اب ذرا سمندر کے کنارے کپنگ مٹا آئیں" عمران نے دروازہ میں انٹرن ٹن کھڑے جوزف سے کہا اور جوزف نے اثبات میں سر ہلادیا۔

چلا گیا۔ پہلی ہی سیل پر سلیمان نے دروازہ کھول دیا اور پھر جوزف کو دیکھ کر اس کے ماتھے پر تیوریاں چڑھ گئیں۔

عمران سیدھا ٹیلیفون کی طرف پکا۔ اور پھر اس نے سرسلطان کے فہرڈ اکل کرنے شروع کر دیئے۔ جلد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

"سلطان سپیکنگ" — دوسری طرف سے سرسلطان کی آواز سنائی دی۔

"میں عمران ہل رہا ہوں جناب" عمران نے سنبھد لہجے میں کہا۔

"کمال ہے — عمران اور اتنی سنجیدگی سے بات کرے۔ خیریت ہے" — دوسری طرف سے سرسلطان نے تعجب آمیز سنبھ لہجے میں جواب دیا۔

"ہاں — ایک ضروری کام ہے — پہلے تو یہ نوٹ کر لیجئے کہ اہمقان کلب کی صدارت کے لئے جرمنی سے ایک شخص پرنس وینچل آیا ہے۔ اس کا کیا عدد دار لہجے سے — تمام تفصیلات مجھے کل چاہئیں اور دوسری بات یہ ہے کہ آج کل ہماری حکومت کبھی دوسرے ملک سے کوئی خفیہ مجھوتہ تو نہیں کر رہی" عمران نے پوچھا۔

"نہیں تو — ایسی تو کوئی بات نہیں" سرسلطان نے جواب دیا۔

"کیا آپ کو محکم لیتین ہے" عمران نے زور دے کر پوچھا۔

"ہاں بیٹے — میں وزارت خادہ کا سیکرٹری ہوں — میرے فوٹن میں آئے بغیر معاہدہ کیسے ہو سکتا ہے" سرسلطان نے



دوسرے لمحے اس نے ان دونوں کو بری طرح مشتعل ہوئے دیکھا۔ وہ بڑی تیزی سے ادھر ادھر دیکھ رہے تھے اور پھر انہوں نے اندازاً ایک طرف فائر بھی کر دیتے۔ مگر گلاہر بہت کم وہ کسے ملے۔ بیک زبردست گرتیزی سے ایک الماری کی طرف بڑھا۔ اس نے ایک چوٹی سی بند قوتنا مشین اٹھا کر میز پر رکھی اور پھر اس کی نال کا سرا اس نے میز پر پٹے ہوئے ایک پگ میں فٹ کر دیا۔ مشین کے اوپر ایک چھوٹا سا ڈائل لگا ہوا تھا۔

بیک زبردست اس کی سوتیاں ادھر ادھر گھا کر بیٹھ گئیں۔ پھر مشین کے اوپر لگے ہوئے سرخ رنگ کے بٹن پر انگلی رکھ کر سکرن کو دیکھنے لگا۔ وہ دونوں اب برآمدے کے ستونوں کی آڑ میں چھپ کر ادھر ادھر دیکھ رہے تھے۔

بیک زبردست نے ڈائل کی ایک سوئی کو دو ہند سے اگے کیا اور پھر بیٹن دبا دیا۔ بیٹن دبنے کے چند ہی منٹ بعد اس نے ان دونوں کو دکھاتے دیکھا اور چند لمحوں بعد وہ دونوں وہیں فرش پر ڈھیر ہو گئے۔ ریلواریان کے ماتحتوں سے شکل کر دو رہا گئے تھے۔

بیک زبردست نے پگ سے نال کا سرا باہر نکالا اور پھر مشین دوبارہ الماری میں رکھ دی۔ میز کی دوا دکھول کر اس نے اپنا مخصوص نقاب نکال کر منہ پر چڑھایا اور پھر آپریشن روم سے باہر نکل آیا۔

چند لمحوں بعد وہ ان دونوں کے قریب پہنچ چکا تھا۔ اس نے باری باری دونوں کو کندھے پر لاد کر خصوص کر کے میں پہنچایا اور پھر ان کی تلاشی لینے لگا۔ مگر سوائے ان ریلواریوں کے جو باہر پڑے تھے ان

کے پاس سے اور کوئی چیز برآمد نہ ہوئی۔ چنانچہ ملٹن ہو کر اس نے مخصوص کمرے کا دروازہ بند کیا۔ اور ریلواریاں اٹھا کر دوبارہ آپریشن روم میں آگیا۔ ریلواریوں کے چیمبر کھول کر اس نے چیک کیا وہ دونوں ریلواریوں کیوں سے پڑے تھے۔ ریلواریاں اس نے ایک الماری کے نالے میں ڈال دیے۔ اور پھر وہ آپریشن روم سے نکل کر مخصوص کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

فمنص کمرے کا دروازہ کھول کر وہ جب اندر داخل ہوا تو وہ دونوں بے ہوش پس پڑے تھے۔ بیک زبردست کو معلوم تھا کہ کاسٹک ریز کا شکار ہونے والا اس وقت تک ہوش میں نہیں آسکتا جب تک اسے اپنی ڈوٹ نہ دیا جائے۔

چنانچہ وہ الماری کی طرف بڑھا۔ بیٹن دبا کر اس نے الماری کے پٹھ کھولے اور پھر اس میں سے ایک بوتل اور سرخ نکالی بوتل میں موجود زرد رنگ کے سیال کو بوتل میں بھر کر وہ ایک آدمی کی طرف بڑھا اور پھر اس نے وہ سیال اس کے بازو میں انجکٹ کر دیا۔ اور سرخ دوبارہ الماری میں رکھ کر بیٹن دبا دیا۔ خفیہ الماری کی جگہ اب سپاٹ دیوار ابھرتی تھی۔

بیک زبردست کمرے کے کونے میں دیکھ ہوئی کر سی پڑا ملٹن سے بڑھ گیا۔ وہ اس آدمی کے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ تقریباً پانچ منٹ کے بعد اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔

پہلے چند لمحے تو وہ غالی نظروں سے ادھر ادھر دیکھتا رہا۔ پھر ایک جگہ سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اب اس کی آنکھوں میں شعور کی چمک ابھرتی تھی۔ اور پھر جب اس نے سامنے کر سی پہنچے ہوئے نقاب پوشش

بلیک زیرو کو دیکھا تو اس نے ہلکلا کر ادھر ادھر دیکھا۔

"کون ہو تم — اور میں یہاں کیسے آیا ہوں؟" اس نے اچھل کر کمرے ہوتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ بے عذابا نہ تھا۔ مگر بلیک زیرو اسی طرح اطمینان سے کرسی پر بیٹھا اسے دیکھتا رہا۔

"نوجوان — تم اس وقت میری قید میں ہو — گو تم سے شرافت کی امید تو نہیں مگر پھر بھی میں تم سے یہی کہوں گا کہ تم شرافت سے میرے سوالوں کے صحیح صحیح جواب دو۔" بلیک زیرو نے انتہائی مزہ لے لیا اس سے مخاطب ہو کر کہا۔

نوجوان چند لمحے برسے گھر سے انداز میں بلیک زیرو کو دیکھتا رہا پھر اس کے چہرے پر بڑی پراسرار سی مسکراہٹ رنگ گئی۔

"اگر میں تمہارے سوالوں کا جواب نہ دوں تو؟" نوجوان نے گھبرائے ہوئے کہا۔

"مجھے تم سے اسی جواب کی توقع تھی — بہر حال اتمام حجت کرنا میرا فرض تھا۔ یہاں تک سوالوں کے جواب کا تعلق ہے وہ تو تم نے دینے ہی دیئے ہیں؟" بلیک زیرو نے اسی طرح سپاٹ لے لیا اس جواب دیا۔

اس سے پہلے کہ بلیک زیرو کی بات ختم ہوتی۔ نوجوان نے لپٹا کر بلی کی سی تیزی سے اچھل کر بلیک زیرو پر چھلانگ لگا دی۔

مگر بلیک زیرو ایسی صورت حال کے لئے پہلے سے تیار تھا۔ اس نے بیٹھے بیٹھے مٹ اپنی ٹانگ آگے کر دی اور نوجوان اس طرح اچھل کر کمرے کی پچھلی دیوار سے جا ٹکرایا۔ جیسے گیند دیوار سے ٹکرا کر واپس

آتا ہے۔ اور اسی لمحے بلیک زیرو اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

نوجوان دیوار سے ٹکرا کر دوبارہ اٹھا اور اس نے ایک بار پھر بلیک زیرو پر چھلانگ لگا دی۔ اس کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا جیسے وہ پاگل ہو گیا ہو۔

مگر ابھی وہ آگے ہی راستے میں ہو گا کہ بلیک زیرو نے بڑی پھرتی سے کرسی کے پاسے پراپرٹی کی ٹھوکر ماری اور کمرے کے درمیان میں اس سینیٹے کی دیوار گرتی پٹی گئی۔

وہ نوجوان اس دیوار سے ٹکرایا اور دوسرا لمحہ بلیک زیرو کے دماغ ہی میں بک چٹا۔ کیونکہ جیسے ہی نوجوان دیوار سے ٹکرا کر نیچے گرا، مکان چھاڑ دھماکا ہوا اور بلیک زیرو کو یوں محسوس ہوا جیسے کمرے کے دروازے میں تبدیل ہو کر اس کے اوپر آگیا ہو۔ بلیک زیرو بھی اس لمحہ ہولناک دھماکا سے منہ کے بل فرش پر گر گیا اور دو سڑے لٹے پرشیتے کی کرچیوں اور لمبے کی جیسے بارش ہو گئی اور بلیک زیرو کے لباس جیسے انورسیر سے پھیلتے چلے گئے۔

تو تک پڑا۔ کیونکہ عمارت میں سے ایک گونج دار آواز سنائی دی تھی۔  
 ”ریوالور پھینک کر ہاتھ اٹھا دو۔۔۔ ورنہ جھوٹا جیسے جاؤ گے؟“  
 نے والے کا لہجہ بے حد سرد تھا اور لہجہ سے ہی صاف خیال تھا کہ  
 کہنے والا جو کچھ کہہ رہا ہے اس پر عمل بھی کر گزرے گا  
 دونوں آدمیوں نے ریوالور نہیں پھینکے بلکہ بھاگ کر ان دونوں  
 نے ستروں کی آڑ لی اور پرسن وینچل ان دونوں کی بہادری پر دل  
 دلی میں مسکرا دیا۔ یہ آدمی اس کے خاص الخاص آدمی تھے اور اس  
 کے کاموں میں ہمارت کا دور جو رکھتے تھے۔

مگر اس آواز کے بعد اور کوئی آواز سنائی نہ دی اور چند لمحے  
 اسرار سی خاموشی طاری رہی۔ پرسن وینچل بھی حیران تھا کہ بولنے  
 لے نے نہ ہی کوئی وار کیا ہے اور نہ ہی دوبارہ بولا ہے۔  
 ابھی وہ یہ بات سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک وہ بڑی طرح اچھل پڑا۔  
 کیونکہ اس نے دونوں کو اچانک ہوا میں لڑکھڑاتے دیکھا اور پھر  
 نوں فرش پر ڈھیر ہو گئے۔ ان کے ہاتھوں سے ریوالور نکل کر دور  
 گرے۔

پرسن وینچل کی پیشانی پر شکنیں اُٹھ رہیں۔ ان دونوں کے اس طرح  
 اچانک سے ہوش ہو کر گر جانے سے صاف ظاہر تھا کہ یہ عمارت بید  
 حیات کی حامل ہے۔  
 وہ خاموش بیٹھا انتظار کرتا رہا۔ اسے یقین تھا کہ ان کی یہ ہوشی  
 بعد کوئی نہ کوئی ضرور سامنے آئے گا۔

اور وہی ہوا چند منٹ بعد اس نے ایک لمبے ترنچکے

بیس ایک کافی بڑا کمرہ تھا۔ جس کے درمیان میں رکھی ہوئی  
 دین و بعض میز کے پیچھے پرسن وینچل بیٹھا ہوا تھا۔ اس وقت اس  
 چہرے پر شدید لگا دین پر جب چہرہ ہوتی تھی۔ اُنھوں میں تیز چمک  
 وہ میز پر رکھی ہوئی ایک بڑی سی مشین کو بہت دیکھ رہا تھا۔ مشین  
 ایک چھوٹی سی سکریں فٹے تھی۔

سکریں پر دو آدمیوں کے دیوار پر پڑنے کا منظر نظر آ رہا تھا۔  
 دو دونوں آدمی دیوار پر چڑھ کر دوسری طرف کود گئے اور اب وہ  
 احتیاط سے آگے بڑھ رہے تھے۔ ان کا رخ اصل عمارت کی طرف  
 مگر اصل عمارت معلوم ہوتا تھا کہ تھکی خالی پڑی ہے۔ گویہ عمارت  
 بڑی تھی مگر تمام دروازے بند تھے اور وہاں دور دور تک کوئی  
 چوکیدار نظر نہیں آ رہا تھا۔

مگر دوسرے ہی لمحے ان آدمیوں کے ساتھ ساتھ وہ خود



اس کمرے کا منظر نظر آئے لگا۔ جس میں وہ دونوں حملہ آور بے ہوش پڑے تھے۔ پرنس وینچل خاموش بیٹھا انہیں دیکھتا رہا۔

تقریباً دس منٹ بعد کمرے کا دروازہ کھلا اور وہی نقاب پوش کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے دروازہ بند کیا اور پھر ایک دیوار کی طرف بڑھتا چلا گیا جیسے ہی اس نے دیوار پر ہاتھ پھیرا اسے دیکھ کر وہیں ایک الماری نمودار ہو گئی۔

نقاب پوش نے الماری کے پٹ کھولے اور پھر اس میں سے ایک بوتل اور سرخے نکالی۔ بوتل میں زہرورنگ کا سیال موجود تھا۔ نقاب پوش نے سرخے اس سیال سے بھری اور پھر وہ سیال زہر ہوش پڑے ایک آدمی کے بازو میں انجیکٹ کر دیا۔ سرخے اس نے دوبارہ الماری میں رکھی اور الماری دوبارہ غائب ہو گئی۔

اب نقاب پوش کمرے کے کونے میں دھکی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد انگلیں شدہ آدمی ہوش میں آ گیا۔ اور پھر جیسے ہی وہ نقاب پوش بولا۔ پرنس وینچل بری طرح چونک پڑا۔

اس نے جب سے نقاب پوش کو دیکھا تھا۔ اس کے ذہن میں ایک خیال شک پڑ رہا تھا۔ مگر اب جیسے ہی نقاب پوش نے بات کی تھی اس کا شک یقین کی صورت اختیار کر گیا۔ اس نے بڑی پھرتی سے میز کی دراز کھلی اور ایک چھوٹا سا ٹیپ دیکھا تو نکال کر میز پر رکھا اور اس کا جتن دیا۔ ٹیپ سے ایک بار قاز اور مخصوص سی آواز اُبھری۔

”ایکٹھو بیکنگ“ — بار بار یہی فقرہ ٹیپ پر پتار ملتا رہا اور پرنس وینچل نقاب پوش کی گھنگھو اور ٹیپ کی آواز کا موازنہ کرتا رہا اور چند

نقاب پوش کو برآمدے سے چل کر ان کی طرف بڑھتے دیکھا۔ پھر نقاب پوش نے جبکہ کمرے باری باری ان دونوں کو کندھے لٹا اور ایک کمرے میں ڈال کر دروازہ باہر سے بند کر دیا۔ اس کے اس نے دونوں کے ریلو اور اٹھائے اور دوبارہ جدھر سے آیا تھا۔ چلے لگا۔

پرنس وینچل نے مشین پر لگا ہوا ایک جینیڈل گھمایا اور اب نقاب پوش پوسٹ کے ساتھ ساتھ جہن جا رہا تھا۔ نقاب پوش نے برآمدے کے آخری کونے میں ٹک کر دیوار پر ہاتھ پھیرا اور وہاں وہ ایک دروازہ پیدا ہو گیا۔ اور نقاب پوش سیرجیاں اترتا چلا گیا۔ پھر اس نے سیرجیوں کے انضمام پر ایک اور دروازہ کھولا اور وہ ایک کافی بڑے کمرے میں تھا۔ جس کے درمیان میں ایک بڑی سو موجود تھی اور دیوار پر ایک کافی بڑی سکرین فٹ تھی۔

نقاب پوش نے میز کے قریب پہنچ کر دونوں ریلووروں کے پیچ کھول کر دیکھے اور پھر انہیں بند کر کے اس نے ایک الماری میں ڈالا الماری بند کر دی۔ جیسے ہی الماری بند ہوئی اس کے ساتھ ہی مشین لگی ہوئی سکرین بھی بند ہو گئی۔

پرنس وینچل نے تیزی سے مشین پر تلے ہوئے تین مختلف بین اور سکرین ایک بار پھر روشنی ہو گئی۔

نقاب پوش کمرے سے باہر نکل رہا تھا۔ جیسے ہی وہ کمرے باہر نکلا سکرین دوبارہ تاریک ہو گئی۔ پرنس وینچل نے ایک بار پھر حلقہ دہائے اور پھر جیسے ہی اس نے ایک جینیڈل دیا سکرین پر ایک با

لمحوں بعد اسے یقین ہو گیا کہ یہی نقاب پوش سیکرٹ سروس کا اکیڈم ہے جس کی پوری دنیا میں دعوم مچی ہوئی ہے۔

پرنس وینچل کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ وہ ایک بہت بڑی کامیابی کے قریب پہنچ چکا تھا۔

اس نے ٹیپ کا بین آف کیا اور سکرین کو پوری توجہ سے دیکھنے لگا۔ اسی لمحے نوجوان نے ایکسٹورپر چھلانگ لگا دی۔ مگر ایکسٹورپر لان آگے بڑھا دی۔ اور نوجوان اچھل کر پھٹکی دیوار سے جا ٹکرایا۔

”اب تم چھٹی کرو ایکسٹورپر۔“ جہاڑی موت پرنس وینچل کے ہاتھوں ہی نکلی ہوئی تھی۔

پرنس وینچل زہریلے لہجے میں بڑبڑایا اور اس نے مشین پر لنگے ہوئے دو بیٹوں پر اٹھکی رکھ دی۔

نوجوان نے کھڑے ہو کر دوبارہ ایکسٹورپر چھلانگ لگانے کی تیاری کی اور جیسے جیسے ہی وہ ہوا میں بلند ہوا۔ پرنس وینچل نے دونوں بیٹوں پوری قوت سے دبائے اور دوسرے لمحے ایک خوفناک دھماکے کی آواز بلند ہوئی اور اس کے ساتھ ہی سکرین تاریک ہو گئی۔

”وہ مارا۔۔۔ پرنس وینچل عظیم ہے۔“ پرنس وینچل خوشی سے اچھل کھڑا ہوا اور اس نے بین دبا کر مشین آف کر دی۔ اسے ایکسٹورپر ختم ہونے کا مکمل یقین تھا۔ کیونکہ ان دونوں آدمیوں کے جسموں پر دو طاقتور ویزن وارنریس ہم آکر لٹن کر کے پہلے سے ڈال دیئے گئے تھے۔ ان ویزن بول کی وجہ سے مشین پر تمام خطرہ نظر رہے تھے۔ اسے یقین تھا کہ جیسے ہی ممبر ایوان چھلانگ لگا کر ایکسٹورپر

قریب پہنچا ہوگا۔ ہم پھٹ گیا ہوگا۔ اس کے ساتھ ہی فزیکس کے جسم میں موجود ہم بھی پھٹ گیا ہوگا۔ چنانچہ ان دونوں کے ساتھ ساتھ کرے اور ایکسٹورپر کے جسم کے پر فٹے بھی اڑ گئے ہوں گے۔

اس نے حلقہ بین دبا کر اور ہینڈل کو دائیں طرف گھمایا تو سکرین روشن ہو گئی۔ اب سکرین پر آپریشن روم کا منظر نظر آ رہا تھا۔ آپریشن روم قطعی خالی تھا۔ یہ منظر دیا اور ول کے دستوں میں لگے ہوئے ویرگا ویزن آئی کی وجہ سے نظر آ رہا تھا۔

خالی کردہ دلچ کر اسے ایکسٹورپر کی موت کا مزید یقین ہو گیا۔ اس نے ایک طرف سانس لیتے ہوئے مشین آف کر دی اور پھر کچک پر جانے کی تیاریاں کرنے لگا۔ تاکہ عمران عرف پرنس آف ڈھمپ کو ختم کر کے اپنے راستے کی تمام رکاوٹیں ختم کرے اور پھر اٹینان سے اپنے مشن کی تکمیل میں مصروف ہو جائے۔

عمران کی شان ہی زانی تھی۔ شاکر اسکن کی شیر زانی اور نیچے  
چوڑی دار پا جامہ، پیروں میں سلیم شاہی جوتے، سر پر سرخ ریشمی کپڑے  
کی بڑی خوبصورت بچڑھی اور بچڑھی کے اوپر ایک بڑی سی کلفی تھی  
جس میں ایک انتہائی قیمتی مہرا جگمگا رہا تھا۔ گئے ہیں قیمتی پتھروں کا بازار  
موجود تھا۔

اور جو زنف حسب روایت باڈی کارڈ کے دو نوں رہا، اور پہلو ہلکا  
سے لٹکائے ہوئے بڑے موڈ بازار انداز میں عمران کے پیچھے پیچھے  
چل رہا تھا۔

میسے ہی وہ کار سے اتر کر بندال میں داخل ہوئے۔ وہاں موجود  
تمام لوگ ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔ عمران اس وقت اتنا دلچسپ معلوم  
ہو رہا تھا کہ وہاں موجود عورتیں تو دل تمام کر رہ گئیں اور مرد و عورتوں کی  
اگ میں جل مرے۔ عمران بڑے باوقار انداز میں چلتا ہوا درمیان  
میں آگیا۔

اسی لمحے شبیلہ دور سے بھاگتی ہوئی اس کے قریب آئی۔ اس  
وقت وہ صرف باڈی اور انڈر ویئر میں لباس تھی۔ اور اس کا  
خوبصورت جسم حلو سے بچھ رہا تھا۔

عمران کے قریب آکر وہ ٹک گئی تھی اور انتہائی متاثر کن نظروں  
سے عمران کو دیکھنے لگی۔ اس کی آنکھوں میں ایسے جذبات نظر آ رہے  
تھے جن سے صاف ظاہر تھا کہ وہ عمران کی وجہاً بہت پر ممتحن ہے۔  
”ہیلو پرس“ — شبیلہ نے بڑے میٹھے لہجے میں عمران سے  
مخاطب ہو کر کہا۔

بیچ بکڑی پر اس وقت میٹھے کا سامنا تھا۔ احسان کلب کے  
نقرہ بادوسو کے قریب عمران عجیب و غریب لباسوں میں وہاں موجود  
تھے اور وہ سب مصنوعی تہذیب اور رسمی آداب سے مبرا ہو کر ایک  
دوسرے کے ساتھ اٹھکیاں کر رہے تھے۔ ان کی حرکات دیکھ کر یوں  
محسوس ہوتا تھا جیسے وہ سب پاگل ہوں۔

حالاً حسیع معنوں میں ان میں ایک بھی یاد رکھ نہیں تھا۔ احسان  
کلب کے ممبران میں ذی حیثیت نوجوان، تاجر، بڑے بڑے سرکاری  
آفیسران اور ہاگوار شامل تھے۔ وہ سب اس کلب کے ممبر اس لئے بنے  
تھے تاکہ اس کے فکشن میں وہ تہذیب اور رسمیات کی پابندیوں سے  
پرست کر اپنا وقت خالص تفریح میں گزار سکیں اور اس طرح ذہنی  
سکون کے علاوہ دل کی تسکین بھی حاصل کر سکیں۔ اتنے میں ایک  
گاڑی پارکنگ شینڈ میں آکر رکی۔ اور عمران اور جو زنف میچے اترنا

”میسو مس چھیلا“ — عمران نے بڑے باوقار لہجے میں کہا۔  
 ”چھیلا نہیں شھیلا“ — پرش نے شیلانے نام کی تفسیح کرتے ہوئے کہا۔ اور پھر آگے بڑھ کر عمران کا بازو پکڑتے ہوئے سرگوشی کی  
 ”پرش — تم یہاں سے جھاگ جاؤ۔“ — تمہارے لئے یہاں خطرہ.....“ شیلانے اسی فقرہ مکمل نہیں کیا تھا کہ اس کی پشت پر سے پرش ونگل کی آواز اٹھیں۔

”میسو پرش — آج میں بہت خوش ہوں۔ آج میں نے ایک عظیم کامیابی حاصل کی ہے“ — پرش ونگل نے عمران کے گلے میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا۔

”اسے — اسے — یہ کیا کر رہے ہو — میری کرز غراب ہو جائے گی۔ تین گھنٹے لگاتے ہیں انہیں استری کرتے ہوئے۔ اور ماں تم خوش کیوں ہو — کیا تمہاری بانجھ بلی نے انڈے سے دیئے ہیں“ — عمران نے بڑا سامنے بناتے ہوئے کہا۔

”اوہ — پرش — بانی گاڈ میسی سمجھ لو — اچھا آؤ میے ساتھ چلو — اسی خوشی میں سمندر میں نہائیں“ — پرش ونگل نے عمران کا بازو پکڑتے ہوئے اسے گھسیٹتے ہوئے کہا۔

”اے مسٹر — اپنا بازو پرش کے بازو سے ہٹا لو ورنہ میں دوسری بار کہنے کی بجائے بازو توڑ دیا کرتا ہوں“ — اچانک جوڑن نے آگے بڑھ کر انتہائی حکیمانہ لہجے میں پرش ونگل سے کہا۔

اور پرش ونگل نے چونک کر جوڑن کی طرف دیکھا۔ ایک لمحے کیلئے اس کی نظروں میں پسندیدگی کے آثار اٹھ رہے۔ مگر دوسرے لمحے ان

میں وحشت اور درشتی اٹھ آئی۔

”پرش — بایہ جانو تم نے کالا ہوا ہے۔ اسے تہذیب بھی سکھائی چاہیے تھی۔“ پرش ونگل نے بڑے نفرت آمیز انداز میں جوڑن کی طرف دیکھتے ہوئے عمران سے کہا۔

اور پھر اس سے پیٹ کر عمران کوئی جواب دیتا۔ جوڑن کا ہاتھ گھوما اور اس کا ہتھوڑے مٹا کر پوری قوت سے پرش ونگل کے جبرے پر پڑا اور پرش ونگل اچھل کر دو فٹ دور جاگرا۔

دوسرے لمحے جوڑن نے ہولوسٹرے رویو اور نکال لیا اور چاہتا تھا کہ پرش ونگل پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دے کہ عمران نے اسے ڈانٹ دیا۔ ”جوڑن جیسے آدمی پر رویو اور نکالتے تمہیں شرم آئی چاہیے۔“

اور جوڑن نے پھر قی سے دوبارہ رویو اور ہولوسٹرے ڈال لیا۔ اس دوران پرش ونگل دوبارہ اٹھ کر کھڑا ہو چکا تھا۔ وہ دانست بیٹھے ہارنٹ اور عمران کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں نفرت اور انتقام کے چراغ جل اٹھے تھے۔

”تم نے پرش ونگل پر ہاتھ اٹھایا ہے۔ اس نے اب تم دونوں یہاں سے بچ کر نہیں جاسکتے۔“ اس نے انتہائی سنجیدہ اور کھٹ لہجے میں عمران اور جوڑن سے مخاطب ہو کر کہا۔

”تمہاری سیکرٹری مجھے بتلا رہی تھی کہ مجھے یہاں خطرہ ہے۔ اس لئے میں یہاں سے جھاگ جاؤں۔ اس لئے میں آخری بار پوچھ رہا ہوں اگر تمہاری سیکرٹری کی بات سچ ہے تو پھر میں جھاگنے کی تیاری کروں۔“

نقیزہ نے جھانپنے میں عالمی ریکارڈ قائم کیا ہوا ہے۔ ”عمران

اور گرد کھڑے مجمع میں سے دس آدمی یوں تیزی سے آگے بڑھے ، جیسے وہ اس کے اشارے کے منتظر تھے ۔ ان کے ہاتھ پیروں میں تھے ۔ دو جوزف اور عمران کے گرد گھیرا ڈالے قدم بہ قدم آگے بڑھ رہے تھے ۔

”اب اگر موت سے بھاگ سکتے ہو تو بھاگ جاؤ“ — پرئس ونچل نے طنزیہ انداز میں عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔  
 ”مگر یہ سب تو مذکر ہیں پرئس — مونٹ کو بھیجو تو بھاگوں بھی سہی“ — عمران نے جواب دیا اور پھر چن کر کھڑا ہو گیا۔  
 ”جوزف بھی چن کر کھڑا تھا۔“ اس کے دونوں ہاتھ بولسٹروں پر تھے ہوئے تھے۔

وہ دس آدمی عمران اور جوزف سے چند قدم دور اگر ڈک گئے اور دوسرے لمحے ان کے ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے باہر آئے ان سب کے ہاتھوں میں ریوا اور چمک بڑھے تھے۔

”ہو شیار جوزف“ — عمران نے جوزف سے مخاطب ہو کر کہا اور دوسرے لمحے اس نے وہیں کھڑے ایک ذور دار چمپ لگایا اور پھر کسی پرندے کی طرح اڑتا ہوا ان کے سروں پر سے گزرتا پہلا گیا۔ ان سب کی توجہ ایک لمحے کے لئے اس کی طرف جوتی اور وہی نمودار پر بھاری پڑا۔

جوزف نے پلک جھپکتے میں دونوں ریوا اور باہر نکالے اور دوسرے لمحے اس نے لٹو کی طرح گھوم کر فائرنگ کھول دی اور تینوں میں چار آدمی جنینیں مارے ہوئے الٹ گئے۔

نے بڑے بے نیازانہ لہجے میں کہا۔  
 ”تم موت سے نہیں بھاگ سکتے عمران“ — پرئس ونچل نے پہلے سے بھی کڑخت لہجے میں جواب دیا۔ اس کے چہرے پر چرٹا ہوا حماقت کا غول اتر چکا تھا اور اب اس کا چہرہ کسی ایسے دوسرے کا چہرہ معلوم ہو رہا تھا جو اپنے شکار پر چھپنے والا ہو۔

امتحان کھب کے دیگر تمام مبصران اب ان کے گرد گھیرا بن کر کھڑے ہو گئے تھے۔ ان کی نظروں سے دلچسپی کے آثار نمایاں تھے جیسے وہ کبل فائنلنگ کا مقابلہ دیکھنے آئے ہوں۔

”موت مونٹ ہے پرئس ونچل — اور میں مونٹ سے دور جھلگنے میں مزہ انٹل کی حیثیت اختیار کر چکا ہوں۔ یقین نہ ہو تو آزما دیجو“ — عمران نے پہلے کی طرح لاپرواہی سے جواب دیا۔

”باس — یہ مینڈک تو کو نمواہ ڈرا رہا ہے — آپ ٹھک کر کیا تو میں اس کی چربی نکال لوں“ — جوزف نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”کیوں — کیا تمہیں قنود ہو گیا ہے“ — عمران نے جوزف سے کہا اور جوزف نے جواب میں دانت نکال دیئے۔

ان دونوں کے رویئے سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کسی تھیرڈ کی ریٹھ پر کھڑے وراثی شو پیش کر رہے ہوں۔

مگر دوسری طرف کھڑے ہوتے پرئس ونچل کے چہرے سے یوں دکھائی دیتا تھا جیسے وہ ان دونوں کو ختم کرنے کا تہیہ کر چکا ہو۔

اور پھر اچانک اس نے اپنا ہاتھ فضا میں لہرایا اور دوسرے لمحے

باقی پھرنے جو زوت پر فائر لگ کر فی چاہی۔ مگر اسی لمحے جو چھپے سے ان پر گولیوں کی بارش پڑی اور وہ سب بھی ایک لمحے میں زمین پر آکر گرے۔ یہ سیکرٹ سروس کے قبروں کے دیوانہ واروں سے بھی ہوتی گولیاں تھیں جو عمران کی ہدایت کے مطابق پہلے سے وہاں موجود تھے۔

عمران گھبرے سے جیسے ہی باہر آیا اس نے دوسرا جھپ لگایا اور پھر وہ پرسن ونگل پر جا پڑا۔ پرسن ونگل جو بڑے اطمینان سے کھڑا یہ تمام دیکھ رہا تھا اس اچانک اور غیر متوقع صورت حال پر بوکھلا گیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ عمران اس پر سوار ہو گیا۔

عمران نے پوری قوت سے پرسن ونگل کی کینٹین پر مخصوص انداز میں مکہ مارا اور پرسن ونگل پہلے ہی دائر میں ڈھیر ہو گیا۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ عمران نے پیشتر ہی سے اٹھ کر پرسن ونگل کو گاندھے پر ڈال دیا اور پھر تیزی سے پارکنگ شیلڈ کی طرف بھاگنے لگا۔ جو زوت بھی اس کے پیچھے تھا۔

سیکرٹ سروس کے قبر ایک بار پھر جہنم میں گم ہو چکے تھے۔ پرسن پرسن پرسن۔۔۔ اسے مت لے جاؤ۔۔۔ پرسن میری بات مان لو۔۔۔ اچانک شیلڈ چینی ہوئی عمران کے پیچھے بھاگنے لگی مگر جو زوت نے بھاگتے ہوئے اسے زور سے دھکا دیا اور وہ لڑکھڑاکر گر پڑی۔

اسٹن میں عمران کار کے قریب پہنچ چکا تھا۔ اس نے بڑی بھرتی سے پرسن ونگل کو کار کی پچھلی سیٹ پر پھینکا اور خود سلیئر لگ پر بیٹھ گیا۔ جو زوت بھی بھاگتا ہوا اس کی دوسری سائیڈ پر آگیا اور عمران کی کار شارٹ

ہو کر ایک جھپکے سے اُگے بڑھ گئی۔

”پیچھا کرو۔۔۔ اور پرسن کو ہر قیمت پر حاصل کرو۔“

شیلڈ نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا اور پھر وہ خود بھی پارکنگ شیلڈ کی طرف بھاگنے لگی۔

اور پھر علیحدہ ہی پارکنگ شیلڈ سے دو کاریں عمران کی کار کے پیچھے دوڑنے لگیں۔ ایک میں شیلڈ تھی اور دوسری میں دو نو جوان تھے۔ ان کی کاریں آدھی اور طوفان کی طرح عمران کا پیچھا کر رہی تھیں جو ایک چھوٹے سے نقطے کی طرح نظر آرہی تھیں۔

ان کی کاریں آگے بڑھتے ہی پارکنگ شیلڈ سے تین کاریں اور نکلیں اور ان دونوں کا دل کے پیچھے دوڑنے لگیں ان میں سیکرٹ سروس کے ممبران تھے۔ نکلا ہے عمران کو تحفظ دینا ان کا فرض تھا۔

بچیل نے گھبر لیے میں جواب دیا۔

”وائٹ فاکس — مشن کی کیا صورت حال ہے۔ اور دوسری طرف سے کرنل لاشارے کی گرفت آواز گونجی۔

”کرنل — مشن تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے۔ میں نے یہاں کی سیکرٹ روس کو بہت اُلجھا دیا ہے۔ سیکرٹ روس کا چیت ختم ہو چکا ہے اور وہ احمق عمران میرے پکر میں بڑی سلسلہ اُلجھا ہوا ہے۔ اور میں مال پر چھپنے کے لئے پوری طرح تیار ہوں۔ اور — پرئس وینچل نے جواب دیا۔

”ویری گڈ۔ ویری گڈ — کمال کر دیا تم نے۔ اور اُن — عمران کے متعلق کیا بتا رہے تھے۔ مجھے تفصیل بتاؤ۔ کیونکہ وہ بے حد خوفناک و خطرناک شخصیت ہے۔ آج تک ہمارے ملک نے جتنے بھی مشن بھیجے ہیں۔ صرف اس کی وجہ سے سب ناکام رہے ہیں۔ نہیں یاد ہوگا۔ مشن کی تفصیلات طے کرتے وقت میں نے تعین اس کے متعلق خاص طور پر ہدایات دی تھیں۔ اور — کرنل لاشارے نے کہا۔

”اُن — مجھے یاد ہے۔ اس نے میں نے یہاں آکر سب سے پہلے ان دونوں کا انتظام کیا تھا تاکہ عین وقت پر دخل اندازی نہ کریں۔ اس وقت پرنسٹن رہے کہ عمران ایک نقلی پرنس وینچل کے پکر میں پڑا ہوا ہے۔ اصل مشن کی اسے ہوا بھی نہیں لگ سکی اور نہ ہی لگ سکے گی۔ جب تک وہ پرنس وینچل کے پکر سے نکھے گا۔ ہم لوگ کامیاب ہو کر واپس نہی جا سکیے ہوں گے۔ اور — پرئس وینچل نے

گھنٹی کی تیز آواز سے کمرہ گونجنے لگا۔ اور میرے پیچھے بیٹھے مجھے پرنس وینچل نے چونک کر میز پر پڑے ہوئے بڑے سے سے لڑنے کا ایک بین دیا۔

”بٹن دبے ہی گھنٹی کی آواز کی بجائے ایسے آواز آنے لگی۔ پیسے صحرائیں ہوا کے تیز جھکڑ چل رہے ہوں۔ ہڈنس وینچل نے ہیڈ فونز اٹھا کر سر پر فٹ کر دیا اور غامض شیشا رٹا۔ اسی کے چہرے پر گہری سنجیدگی کے آثار نمایاں تھے۔

ہوا کا شور آہستہ آہستہ کم ہوتا چلا گیا اور پھر ایک گرفت سی آواز اس شور پر چھا گئی۔

”بیلو — بیلو — کرنل لاشارے کا لنگ وائٹ فاکس اور —

”یس — وائٹ فاکس سپیکنگ — اور — پرنس

تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ میں انشلاط کر لوں گا۔ آپ بے فکر رہیں۔ اور پرنس وینچل نے جواب دیا۔

"ہمیں مال کس وقت ملے گا۔ ہمیں پروگرام بتاؤ تاکہ ہم تیاری کر لیں۔ اور کرنل لاشارے نے پوچھا۔

"آپ کو فائل پروگرام میں آج سے تیسرے دن دوں گا میں مال کی پہلی کٹ قیمت دیکھ کر اس کی واپسی کا پروگرام بناؤں گا۔ اور پرنس وینچل نے جواب دیا۔

"کیا مطلب۔۔۔؟ میں سمجھا نہیں۔ اور کرنل لاشارے نے چونک کر کہا۔

"مطلب صاف ہے کرنل لاشارے۔ آپ نے سودا کرتے وقت ہمارے مال کی نوعیت چھپائی تھی۔ اس لئے میں مال وصول کرنے کے بعد

سے چیک کر لوں گا کہ وہ کیا چیز ہے۔ اس کے بعد بات کر لوں گا۔ اور پرنس وینچل نے زہریلے انداز میں جواب دیا۔

"تم مبادے سے روگردانی کر رہے ہو وائٹ فاکس۔ تمہیں ل کام کا مشورل معاوضہ مل چکا ہے۔ اب مال جو کچھ بھی ہو تمہارا اس

سے کوئی مطلب نہیں ہونا چاہیے۔ اور کرنل لاشارے نے ہنسی سے جواب دیا۔

"آپ تو گھبرا گئے کرنل۔ میں تو مذاق کر رہا تھا۔ میرا مال کی

ولی کی نوعیت سے صرف اتنا مطلب تھا کہ میں دیکھوں گا کہ اس کو

لے لے لیا کہ پروگرام بناتا ہوں۔ اس پر پروگرام کے لحاظ سے میں

آپ کے ساتھ پروگرام سیٹ کر لوں گا۔ اور پرنس وینچل

"خوب۔۔۔ بہت خوب۔۔۔ یہ تمہارا ہی کام تھا کہ تم ان ہوشیار و ہنر مند کو چکر دے سکو۔ بہر حال پھر بھی ہوشیار رہنا کیونکہ

عمران کے ذہن میں یقیناً کسی بدامی کا ڈبرو ہے۔ شروع شروع میں ہوشیار رہنا ہی چاہیے۔ شروع شروع میں ہوشیار رہنا ہی چاہیے۔

مشن کے دوران یہی محسوس ہوتا ہے کہ عمران بے وقوف بن چکا ہے۔ مگر میں موقع پر صورتحال اس طرح پیش ہے کہ معلوم ہوتا تھا کہ عمران کو

بجائے اب تک ہم خود ہی بیوقوف بنے رہے ہیں۔ اور کرنل لاشارے ابھی تک مطمئن نہیں ہو رہا تھا۔

"کرنل۔۔۔ آپ کو جاننا چاہیے کہ آپ نے مشن کے لئے وائٹ فاکس کی خدمات حاصل کی ہیں۔ اس لئے اس قسم کی بچکانہ

بہیں مت کیا کریں۔ وائٹ فاکس آج تک اپنے کسی مشن میں ناکام نہیں ہوا۔ عمران جیسے کسی احمق ہر وقت اس کی جیب میں پڑے

رہتے ہیں۔ آپ ان باتوں کو چھوڑیں اور اصل بات کریں۔ اور پرنس وینچل نے انتہائی سست لہجے میں جواب دیا۔ وہ شاید کرنل لاشارے

کی باتوں سے چرچا گیا تھا۔ اور اس کے۔۔۔ بہر حال میرا فرض تھا کہ میں تمہیں خطرے سے آگاہ

کر دوں۔ اب آگے تمہارا کام ہے۔ تم خود بہتر سمجھ سکتے ہیں۔ کال کرنے سے میرا مقصد یہ تھا کہ میں اطلاع ملی ہے کہ آج

سے تیسرے دن مال سپلائی ہوتا ہے اور اس کے لئے دارالحکومت سے میں میل دور فوجی ہوائی اڈے کا انتخاب کیا گیا ہے۔ سپلائی رات

کو بارہ بجے ہوگی۔ اور۔۔۔



دوسرا بن دیا۔ اس بن کے بستے ہی کا غنہ خود بنو دیا گیا اور پھر اس پر ایک پیغام ٹیلی پرٹ ہوئے لگا۔

”آل راستہ — سب لوگ اُلجھے ہوئے ہیں۔ بے فکر رہیں اور اس کے بعد مشین خود بخود بند ہو گئی۔“  
پرنس ونگل کے چہرے پر مسکراہٹ ابھر آئی۔ اس نے پلگ سے ہماری کھینچیں اور مشین دوبارہ میز کی دراز میں رکھ دی اور پھر میز پر موجود مشین کی سکرین کا بین آن کر دیا۔ سکرین پر کچھ یں چمکنے لگیں۔

پرنس ونگل نے ہینڈل گھا کر فریکوئنسی سیٹ کی۔ اور پھر ایک اور بین دبا کر اشتقاقی فنکشن سے سکرین کو دیکھنے لگا۔ مگر بین بڑھتے ہی سکرین یکدم تاریک ہو گئی۔ اور پرنس ونگل سکرین کو تاریک دیکھ کر چونک پڑا۔

اس کی آنکھوں میں تعجب کے آثار ابھرتے۔ اس نے ایک بار پھر ٹرائی کی مگر جب بھی وہ فریکوئنسی سیٹ کرتا، سکرین تاریک ہو جاتی اس نے ایک طویل سانس لینے ہوئے سب جن آف کر دیئے۔ اس کے چہرے پر انجھن کے اثرات تھے۔

”اس کا مطلب ہے — ان دیوالوں کو چیک کر لیا گیا ہے۔“ اس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

چند لمحوں کے بعد کچھ سوچ رہا۔ پھر اس نے جب سے ایک چھٹا سا ڈیٹا نکالا۔ اس کے برسرے سے ایک راز کھینچ کر اوپر کی اور پھر اس کا سائڈ بین دیا۔

سائڈ بین دباتے ہی ڈبے میں سے لمبی لمبی سیلی کی آواز گونجنے لگی۔

سے بٹتے ہوئے جواب دیا۔

”او کے — ہم پروگرام کا انتظار کریں گے۔“ اور ؟

دوسری طرف سے کرنل لاشار سے سنے مختصر سا جواب دیا

”اور ایسٹر آل —“ پرنس ونگل نے جواب دیا اور پھر ٹرانزیشن

بین آف کر دیا۔

بات ختم کرنے کے بعد پرنس ونگل اٹھا اور دروازے کی طرف

دروازہ کھول کر وہ ایک راجداری میں آیا۔ اور پھر راجداری کے

آخر میں وہ ایک دروازے کے سامنے جا کر ٹوک گیا۔ اس نے دروازے

کے درمیان میں اپنی شہادت کی اٹھکی لگائی۔

اٹھکی گھومتی ہی دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا اور پرنس ونگل اندر

ہو گیا۔ دروازہ ایک بار پھر بند ہو گیا۔

ایک چھٹا سا کمرہ تھا جس کے درمیان میں رکھی ہوئی میز

اور ایک کافی بڑی مشین پڑی تھی۔ پرنس ونگل میز کے سامنے جا

بیٹھ گیا۔ اس نے میز کی دراز کھلی۔ اس سے پورے بل کی پرنسٹر نکال

میز کے ایک کونے میں رکھ دیا اور پھر ٹیلی پرنسٹر کی تاریں اس نے قر

دیوار میں موجود کھلی کے سوئچ میں فٹ کر دیں اور خود کرسی کھینچ کر

کے سامنے بیٹھ گیا۔ ٹیلی پرنسٹر پر رول موجود تھا۔ اس نے مشین آن

پیغام لاسپ کرنا شروع کر دیا۔

”رپورٹ —“ فلی رپورٹ —“

”جیو —“ ایف —“

پیغام لاسپ کر کے اس نے مشین کا وہ بین آف کر دیا اور

چند لمحوں بعد سیٹی کی آواز پر ایک مردانہ آواز جاری ہو گئی۔

”ہیلو — فبرون سپیکنگ — اور“

”ڈبلیو سپیکنگ — اور“ پرنس وینچل نے جواب دیا۔  
اس کا لہجہ اب بالکل بدلا ہوا تھا۔

”کیس باس — اور“ اس بار فبرون کا لہجہ بے حد مودبا  
تھا۔

”فبرون — کیا تم کام کے لئے تیار ہو — اور“  
پرنس وینچل نے سنت لہجے میں جواب دیا۔

”میں باس — ہم لوگ تو فارغ بیٹھے بیٹھے ہو چکے ہیں  
آپ کے حکم کے منتظر ہیں — حکم فرمائیں — اور“ فبرون  
نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

”ٹھیک ہے — اب کام کے لئے تیار ہو جاؤ۔ کل تک  
دارالحکومت سے بیس میل دور فوجی ہوائی اڈے کی تمام تہیہ و  
معلوم کر کے مجھے رپورٹ دو — اور دیکھو آج سے تیسرے  
دن رات کے بارہ بجے اس ایر پورٹ پر مال کا تبادلہ ہوتا ہے —  
ہم نے وہ مال حاصل کرنا ہے۔ اس لئے تم نے یہ بھی چیک کرنا ہے  
کہ یہ مال حاصل کرنے والے کون لوگ ہوں گے — یہ سب  
تفصیلی رپورٹ حاصل کر کے مجھے کل تک اطلاع دو — اور  
پرنس وینچل نے فبرون کو تفصیلی ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”بہتر باس — میں ابھی اپنے ماتحتوں کو ہدایات دیتے  
ہوں۔ کل تک میں یقیناً آپ کو تفصیلی رپورٹ سے سکون گا — اور“

فبرون نے جواب دیا۔

”او کے — مگر خیال رہے کوئی گوشہ تمہاری نظر سے اوجھل  
نہیں رہنا چاہیے۔ ورنہ ہمارا مشن کام ہو جائے گا — اور“  
پرنس وینچل نے انتہائی سہمت لہجے میں کہا۔

”بے شک رہیں جناب — ہم لوگ اپنے فرائض سمجھتے ہیں  
اور پھر ہمارے لئے کوئی نیا کام نہیں ہے — اور“ فبرون  
نے اعتماد سے پُر لہجے میں جواب دیا۔

”او کے — اور ایسڈ آئی“

پرنس وینچل نے کہا اور پھر ٹین دبا کر رابطہ ختم کر دیا۔ اور راڈ کو  
دوبارہ اندر دبا کر اس نے ڈبر جیب میں رکھ لیا اور اٹھ کر کمرے  
سے باہر جانے لگا۔

عمران نے کار کی سپید کچھ اور بڑھا دی۔ یہ شہر کی طرف مایہ نوالی  
 طویل ترین سڑک تھی جو بیس میل تک بالکل سپیدی چلی جاتی تھی۔ اس کے  
 ارد گرد گھنے جنگلات تھے۔ عمران یہ چاہتا تھا کہ کسی طرح وہ یہ بیس میل  
 نے کر کے آگے چوک تک پہنچ جائے پھر وہ آسانی سے پیچھے آنے  
 والی کاروں کو ڈان دے سکے گا۔

وہ دراصل ہر قیمت پر پرنس وینلی کو زندہ دانش منزل تک  
 پہنچانا چاہتا تھا۔ اس نے تصادم سے گریز کر رہا تھا۔

نکمر پیچھے آنے والی کاریں آندھلی اور طوفان کی طرح آگے بڑھتی چلی آ  
 رہی تھیں۔ ان کی رفتار انتہائی حد تک تیز تھیں اور ایسے محسوس ہو رہا تھا  
 جیسے وہ عمران کی کار کو پھوٹنے کے لئے اپنی جان تک کی بازی لگا چکے  
 ہوں۔ اور اگلا چوک ابھی دس میل دور تھا۔

اب عمران کو محسوس ہونے لگا تھا کہ تصادم ناگزیر ہے۔ ایسے  
 اس نے سمجھ لی کہ سے ماحول کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ اور پھر یہ دیکھ  
 کر اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ دوڑ گئی جب اس نے دیکھا  
 کہ ان دو کاروں کے پیچھے بھی تین کاریں تیزی سے بڑھتی چلی آ رہی ہیں۔  
 وہ کاریں دیکھ کر ہی سمجھ گیا کہ یہ سیکرٹ سروس کی کار ہیں۔

مجرموں کی کاریں اب کافی سے زیادہ نزدیک آپہنچیں چنانچہ  
 عمران فیصلہ کن سررمحال کے لئے تیار ہو گیا۔ اس نے کار کے  
 ڈیش بورڈ کا ہین دھایا اور ڈیش بورڈ کی پلیٹ علیحدہ ہو گئی۔ ڈیش بورڈ  
 کا نام سفید رنگ کے چھوٹے میڑھی سیلوں سے بھرا ہوا ہے۔ عمران  
 نے اس میں سے دو سیل نکالے اور پھر ڈیش بورڈ کے خانے کے نیچے

عمران سے کی کار انتہائی تیز رفتاری سے شہر مایہ نوالی سڑک پر  
 دوڑتی چلی جا رہی تھی۔ اس کی نظریں ایک مرد پر جمی ہوئی تھیں اور اسے  
 آگے پیچھے دو کاریں اپنی طرف بڑھتی نظر آ رہی تھیں۔ کاریں لمحہ بہ لمحہ  
 نزدیک آتی جا رہی تھیں۔ شاید انہیں چلنے والے اپنا دماغی توازن  
 کھو چکے تھے۔

پانس — ہمارا قاب قب کیا جا رہا ہے؟ جوڑف نے  
 بھی بیک مرد پر پیچھے آتی ہوئی کاریں دیکھ کر کہا۔

”مجھے معلوم ہے۔ تم اس منظرے کا خیال رکھو۔ کہیں یہ  
 ہوش میں نہ آجائے۔“ باقی میں خود سنبھال لوں گا۔ عمران۔  
 اسے حذارت کرتے ہوئے کہا۔

اور جوڑف سڑک پر کھپلی سیٹ پر بیٹھ ہوش پڑے پرنس وینلی کی طرف  
 متوجہ ہو گیا۔

بنے ہوئے ایک سوراخ میں ڈال دیئے۔ اور پھر پاس لگے ہوئے مین پر اٹھی رکھ کر بیک مر میں دوپھینکے لگا۔

پچھلی کاریں اب بہت قریب آپسکی تھیں۔ پہلی کار شیلہ چلا رہی تھی اس کے چہرے پر وحشت کے آثار نمایاں تھے۔ عمران نے ایک لمبے لمبے پیچھے مڑ کر پرنس وینکل کی طرف دیکھا اور پھر مین وادیا۔

مین دینے کے چند لمحوں بعد ایک زوردار دھماکا ہوا اور شیلہ کی کار ایک جگہ سے الٹ گئی۔ جیسے ہی شیلہ کی کار الٹی اس کے پیچھے آنوالی کار ایک خوفناک دھماکے سے اس کے ساتھ ٹکرائی اور دونوں کاریں الٹ کر مڑکی سے نیچے جا گئیں۔

عمران نے تیزی سے کار کو بیک لگا سنے اور پھر کار رکتے ہی وہ نیچے اتر کر الٹی ہوئی کاروں کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کے ہاتھ میں رونا اور چلک رہا تھا اور پھر اس نے دیکھا کہ کار کے اٹنے پر جو ڈھانچے میں سے شیلہ باہر نکل آئی۔ شیلہ کا تمام جسم خون سے سرخ ہو رہا تھا۔ وہ چند قدم آگے بڑھی اور پھر لڑکھڑا کر نیچے گر پڑی۔

پیچھے آنے والی کاریں بھی قریب آکر رک گئی تھیں۔ اس سے پہلے کہ ان میں سے لوگ نکلے۔ الٹی ہوئی دونوں کاریں ایک خوفناک دھماکے سے پھٹ گئیں اور ان کے پڑنے آؤر دھڑکنے سے بھر گئے۔ عمران چند قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اب دونوں کاروں کے ہتیرے ڈھانچوں میں سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔

عمران نے اپنا ہاتھ پیچھے آنے والی کاروں کی طرف بلایا اور پھر تیزی سے اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دروازہ کھولا اور سیریز لگی۔

پرانی گیارہ۔

”باس — اے ہوش میں آ رہا تھا۔ میں نے پھر ٹولی عرصہ کے لئے اسے یہ ہوش کر دیا ہے۔“ جوزف نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔ اور عمران نے دیکھا کہ پرنس وینکل کے سر پر ایک اور سراج چکا تھا۔ اس نے کار آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

”جوزف — میں آج تک تمہیں بہادر سمجھتا آیا تھا۔ مگر اب معلوم ہوا کہ تم انتہائی بزدلی ہو۔“ شاید ایسا بے پناہ شراب پینے کی وجہ سے ہوا ہے۔ اس نے آج سے تمہاری شراب بند۔“ عمران نے بیدار بنیدگی سے کہا۔

”ارے — ارے باس — تم کیا کہہ رہے ہو۔ بانی گاڈ تم نے زندگی میں پہلی بار مجھے بزدلی کا طعنہ دیا ہے اور فادر جو ٹوٹی قسم مجھے بزدلی کا طعنہ دینے والا آج تک زندہ نہیں بچا۔ باس — ناگناؤں کی کہہ دو کہ تم مذاق کر رہے ہو ورنہ — ورنہ —“ جوزف کی حالت جنونیوں کی سی ہو گئی۔ اس کے چہرے کے عضلات بڑی طعنے پھونکنے لگے۔ آنکھوں میں وحشت ابھرائی تھی۔

”ورنہ کیا ہوگا —“ عمران نے اسی طرح سنبیدگی سے پوچھا۔ اور کار کی سپیڈ کچھ اور بڑھا دی۔

”ورنہ — ورنہ —“ جوزف نے جنون کے عالم میں ہاتھ پر مٹکھ مارتے ہوئے کہا۔ جوشش کی وجہ سے اس کی آواز پھٹ گئی تھی۔ ”ورنہ میں خودکشی کر لوں گا۔ کیونکہ باس میں تمہیں کچھ نہیں کہہ سکتا۔“ کاشش تمہاری بجائے کسی اور نے یہ بات کہی ہوتی تو اب تک میں

اس کی گردن توڑ کر اسے بتلا چکا ہوتا کہ آیا میں بزدل ہوں یا بہادر۔  
جو زون نے سچے سچ کہا۔ اس کے منہ سے کھٹ جھلنے لگا تھا۔ واقعی  
وہ بے حد جوش و شہس کے عالم میں تھا۔

”اچھا۔۔۔ خدا مانتا باس۔۔۔ یاد رکھنا تم نے جو زون  
کی توہین کی تھی۔ اور جو زون نے تمہیں معاف کر دیا۔“ جو زون نے  
سر جھٹکے ہوئے کہا۔

اور پھر کار کے ہینڈل کو دبا کر دروازہ کھولنے لگا۔ شاید وہ چلتی کار  
میں سے باہر چلا نکلے گا فیصلہ کر چکا تھا۔ مگر سید کو شش کے  
باوجود کار کا دروازہ نہ کھلا۔

عمران سسٹم ہام کر چکا تھا۔ اس کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ  
تیر رہی تھی۔

”باس۔۔۔ اچھے مرنے دو۔۔۔ مجھے مرنے دو باس۔“  
جو زون نے چیک کر عمران سے کہا۔

”اگر تم مر گے تو پیچھے پرلے اس مسزے کا دھیان کون رکھے گا  
یاد دے میں نے تمہاری کیا ڈروٹی لگائی تھی۔“ عمران نے ایک بار پھر  
کرسٹ بلے میں کہا۔

”مگر باس۔۔۔ آپ نے مجھے بزدل کیوں کہا تھا۔“ جو زون نے  
اس بار قد سے نرم پڑتے ہوئے کہا۔

”اس لئے کہا تھا کہ تم نے پہلے سے بیہوش آدمی کے سر پر ریوایور  
مارا تھا۔۔۔ یہ کوئی بہادر ہی ہے۔“ کیا میں نے جھوٹے کہا تھا  
عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

جو زون چند لمحوں تو خاموش بیٹھا کچھ سوچتا رہا۔ پھر بے اختیار قہقہے  
لگانے لگا۔

”شکریہ باس۔۔۔ اب مجھے پتہ چل گیا کہ آپ نے

مذاق کیا تھا۔۔۔ ہی۔۔۔ ہی۔۔۔ میں بھی کہوں کہ میرا  
گریٹ باس جیلا ایسی بات کیسے کہہ سکتا ہے۔ گلا گاڑ۔۔۔ اسے

ہاں باس فارگا دیکھ تم اپنی آخری شرمناکوں درز میں یقیناً مردانوں  
گا۔ جو زون نے اس بار گلہ کیا تے ہوئے کہا۔ جوش ختم ہونے کے

بعد اسے یاد آگئی تھا کہ عمران نے اس کی شراب بند کر دی تھی۔  
”تم تو خود کشی کر رہے تھے۔“ عمران نے دوبارہ سنجیدگی سے کہا۔

”ارے نہیں باس۔۔۔ تمہاری بات سن کر میں پاگل ہو گیا تھا۔  
ورنہ تمہیں زندہ چھڑ کر میں خود کشی کر سکتا ہوں۔“ جو زون نے اپنی طرف

سے مسکراتے ہوئے کہا۔  
”کیا مطلب۔۔۔ کیا تم پہلے مجھے مارو گے پھر خود کشی کر دو گے۔“

اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمہارا جب بھی خود کشی کا موڈ بنام مجھے قتل کر دو گے  
باپ رنے باپ۔۔۔ مجھے تو ابھی سے خوف محسوس ہونے لگا ہے۔“

عمران نے خوف منہ لہجہ بٹاتے ہوئے کہا۔  
”نہیں باس۔۔۔ ایسے کیسے ہو سکتا ہے۔ شاید مراد مارش

غراب ہو چکا ہے باس۔۔۔ ایک بوتل میں تو کافی دیر ہو گئی ہے  
جو زون نے جیب سے چھوٹی سی بوتل نکالتے ہوئے کہا۔

”ہی نو۔۔۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور جو زون نے  
دانت جھٹکے ہوئے بوتل منہ سے لگائی۔

استے میں عمران کی کاروائی منزل کے گیٹ تک پہنچ چکی تھی۔  
عمران نے کار گیٹ کے سامنے روکی اور پھر جوزن سے مخاطب ہو کر کہا

”جوزن نیچے اتر کر دروازہ کھلاؤ۔“

”مگر باس۔ دروازہ تو کھلتا ہی نہیں۔“ جوزن نے کار کے دروازے کے سینڈل پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ مگر دوسرے ہی لمحے دروازہ خود بخود کھل گیا۔

”اگر نوکشی کی نیت ہی نہ ہو تو دروازہ کس طرح کھل سکتا ہے۔“  
عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور جوزن کھسکا ہوا کر نیچے اتر گیا۔ عمران کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ وہ اس دیوار جیٹی کو سینڈل کرتا خوب ہانستا تھا۔

مرتب راستہ کاٹنے کے لئے اس نے جوزن کو یقین دلایا تھا۔

”باس۔ کوئی جواب نہیں کرنا۔ گیٹ کھل ہی نہیں رہا۔“ جوزن نے کھڑکی میں سر ڈال کر عمران سے کہا۔

”آج تم پر تمام دروازے بند ہو چکے ہیں۔“ عمران نے بتاتے ہوئے کہا اور پھر خود کار سے نیچے اتر آیا۔

”تم اس کا خیال رکھو۔“ اس نے جوزن سے کہا اور خود گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے کال بیل پر اٹھکی دکھ کر اسے دایا اور کافی دیر تک اس نے بلیج دبا تے رکھا۔

مگر جب اسے کال بیل دبانے کا کافی دیر ہو گئی تو اس کے چہرے پر الجھن کے تاثرات ابھر آئے۔ بات اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

کر بیٹک زبرد جواب کیوں نہیں دے رہا۔ وہ پیچھے ہٹا اس نے ایک نظر ادھر ادھر دیکھا اور دوسرے لمحے وہ بندروں کی طرح دروازے پر اٹھی ہوئی گینوں کے سہارے گیٹ پر چڑھتا ہوا گیا۔ اس نے ٹیٹ کو کراس کرنے میں چند منٹ سے زیادہ نہیں لگائے۔ اوپر پہنچتے ہی وہ اندر کود گیا۔

اور چند لمحوں بعد گیٹ اندر سے کھل گیا۔

”جوزن۔“ اتم کار نے کر اندر آکر۔“ عمران نے جوزن سے کہا اور خود تیز تر قدم اٹھاتا عمارت کی طرف بڑھتا ہوا گیا۔ اس کا ہاتھ جب اس کے اندر موجود ریلوے کے دستے پر مشبوثی سے جما ہوا تھا اور وہ پیچھو کے انداز میں آگے بڑھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر

بلے پناہ سیدگی تھی۔ اور آنکھوں میں شدید قہقہے کے آثار نمایاں تھے۔

جلدی ہی وہ برآمدے تک پہنچ گیا۔ اور پھر اس نے ڈال پر کاٹھک ریز کے اثرات محسوس کئے۔ استے میں جوزن کا ریلے کر

برآمدے کے پاس پہنچ چکا تھا۔

”اے مخصوص کمرے میں ڈال دوں۔“ جوزن نے عمران سے پوچھا۔

”ہاں۔۔۔ اسے اٹھا کر لے آؤ۔“ عمران نے جواب دیا۔ اور جوزن نے سہوش پرش و پل کو کاندھے پر لا دیا اور عمران کے پیچھے ہٹتا ہوا مخصوص کمرے کی طرف بڑھنے لگی۔

عمران نے مخصوص کمرے کے سینڈل کو دایا اور پھر جیسے ہی اس نے دروازہ کھولا، وہ اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔ کمرہ اندر سے بالکل تباہ

ہو چکا تھا۔ اور پھر عمران کو دروازہ کے قریب ہی بلے کے نیچے دبا ہوا بلیک زیرو نظر آگیا۔ اس کے علاوہ کمرے میں انسانی جسم کے کے بدلے شمار لکڑی سے ادھر اُدھر بکھرے پڑے تھے۔  
 عمران چند لمحوں پر سب کچھ حیرت سے دیکھتا رہا۔

”یہ کیا ہوا باس — یہ ظاہر محتاج ....“ جوف نے جواس دوران اندر آچکا تھا، حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”اس کو دوسرے کمرے میں بند کر کے واپس آؤ۔“ عمران نے انتہائی کڑخت لہجے میں جوف کو حکم دیا اور جوف تیزی سے باہر نکل گیا۔

عمران بلیک زیرو کی طرف اپکا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے بجلی کی کسی تیزی سے طہر ہٹایا۔ پھر اوندھے منہ پر بلیک زیرو کو دیکھ کر کہا۔ بلیک زیرو ہاتھ اُٹھہ قناب میں تھا۔ عمران نے اس کا قناب ہٹا دیا۔ اور پھر اس کی بغض دیکھنے لگا۔ دوسرے لمحے اس نے اطمینان کا سانس لیا۔ بلیک زیرو صرف بلے پوش تھا۔ اسے میں جوف واپس آچکا تھا۔ ”جوف کیٹ کی ٹنگائی کرو۔ کسی مہر کو اندر نہ آنے دو اور دیکھو کہ بلے پوش آدمی شکنے نہ پاتے۔ میں طلبہ کو پوش میں لاتا ہوں۔“

”کوئی خطرے والی بات تو نہیں۔“ میرا مطلب ہے ظاہر صاحب ٹھیک تو ہیں۔“ جوف نے ہلکلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔  
 ”ہاں۔“ بالکل ٹھیک ہیں۔“ عمران نے کہا اور پھر ظاہر کا اشارہ کر اس نے کندھے پر ڈالا اور تیز تر قدم اٹھا آہستہ روم کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

آہستہ روم کا دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوا اور پھر آہستہ روم کی سائیل میں موجود ریشم روم کے اندر موجود بیڈ پر بلیک زیرو کو ماریا۔

الماری کھول کر اس نے ایک انگلیشن تیار کیا اور بلیک زیرو کو انگلیشن لگا دیا۔ سرخے وغیرہ دوبارہ الماری میں رکھ کر وہ بلیک زیرو کے قریب آیا اور اس کی بغض دیکھنے لگا۔ چند لمحوں بعد اس کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی اور اس نے بلیک زیرو کا بازو چھو ڈیا۔ تقریباً پانچ منٹ بعد بلیک زیرو نے آنکھیں کھولیں۔ ہوش میں اگر جب اس نے عمران کو دیکھا تو اسنے کی کوشش کی۔

”لیٹے رہو۔“ لیٹے رہو۔“ اور مجھے تفصیل بتاؤ کہ یہ سب کچھ کیسے ہوا؟“ عمران نے اس کے قریب کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ اور بلیک زیرو نے دم لہجے میں شروع سے آخر تک تمام تفصیل بتادی۔

”بہتر۔“ تو اس کا مطلب ہے کہ مجرم اپنی طرف سے تمہیں ہلاک کر چکے ہیں۔ کیونکہ اگر درمیان میں ٹھوس شیشے کی دیوار نہ ہوتی تو یقیناً محمد آؤر کے جسم میں موجود بم اس وقت پھٹتا جب وہ تم سے پلٹ چکا ہوتا۔“ عمران نے کہا۔

”ہاں۔“ معلوم تو ایسا ہوتا ہے۔ ویسے یہ مجرموں کا انتہائی خوفناک ترین حربہ ہے۔“ میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ وہ اپنے آدمیوں کے جسم میں دباؤ ایسے بم بھی سیکتے ہیں۔“ بلیک زیرو نے بھر پوری لہجے میں کہا۔

”بڑی بڑی تنظیمیں کسی بڑے مقصد کے لئے اپنے معمولی کارکنوں کی مستعدی سے بھی دریغ نہیں کرتیں۔ بہر حال خدا کا شک ہے کہ میں بروقت پہنچ گیا۔ ورد اگر مجھے دو تین گھنٹے اور دیر ہو جاتی تو تم اپنا جہان سے ماتحت دھو بیٹھتے۔“ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔  
بلیک زبرد خاموش رہا۔ البتہ اس کے چہرے سے منوریت کے آثار نمایاں تھے۔

اپنا کھ بیٹھ بیٹھ عمران چونک پڑا۔

”ظاہر ہے تم نے دو ریلواریوں کا ذکر کیا تھا جو قمر نے مجرموں سے معاملہ کئے تھے۔ وہ کہاں ہیں؟“ عمران نے بیکزیر سے پوچھا۔

”وہ آپریشن روم کی دو نمبر الماری میں پڑے ہیں۔“ بلیک زبرد نے جواب دیا اور پھر گوشہ کش کر کے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اب اس کی طبیعت خاصی بجا مل ہو چکی تھی۔

عمران اٹھ کر آپریشن روم کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے خفیہ الماری کھول کر دونوں ریلواریوں کا اٹھانے اور انہیں معنی نیر نظروں سے دیکھنے لگا اور پھر وہ انہیں لئے ہوئے لیبارٹری روم کی طرف بڑھ گیا۔ دو ریلواریاں گراسس کر کے وہ لیبارٹری کے دروازے پر پہنچ گیا۔ اسی نے جھک کر دبلر کے قریب موجود ایک خفیہ بین دایا اور لیبارٹری کا دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔ غمسمان اندر داخل ہو گیا۔ یہ ایک جہا ترین اور ہر قسم کے سامنی ساز و سامان سے بھری لیبارٹری تھی جہاں فرصت کے وقت عمران نے نئے نئے سامنی مشینوں سے ایجاد کرنے

کے لئے ریسرچ کرتا رہتا تھا۔

عمران ریلواریوں کو لئے سیدھا ایک چھوٹی سی مشین کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے مشین کا سوئیچ آن کیا اور پھر اس میں سے ایک خانہ کھول کر اس نے ایک ریلواری اس کے اندر رکھ دیا۔ اور خانہ بند کر کے ایک اور مشین دبا دیا۔

بین دبتے ہی اپنا کھ مشین کے اوپر موجود ڈائل پر لگی ہوئی سرخ رنگ کی سوئی ایک بجھنے سے آگے بڑھی اور پھر ایک سرخ نشان پر جا کر رک گئی۔ اور اس کے ساتھ ہی ڈائل پر موجود سرخ رنگ کا بلب تیزی سے بجھنے لگا۔

عمران کی آنکھوں میں ایک پراسرار سی چمک ابھری۔ اس نے مشین بند کی اور پھر خانہ کھول کر ریلواری باہر نکال لیا۔ پھر اس نے دوسرا ریلواری اندر ڈال کر اسے چمک کیا۔ وہ بھی بجھنے کی طرف تھا۔

عمران نے دونوں ریلواریوں کا اٹھا کر انتہائی تیزی سے ایک اور مشین میں ڈالے اور پھر مشین کا بین آن کر دیا۔ مشین میں سے چند لمبے گھڑ گھڑ کی آوازیں آتی رہیں۔ مختلف بلب بجتے بجھتے رہے اور پھر مشین بند ہو گئی۔ عمران نے اس میں سے ریلواری نکال لئے اور پھر انہیں لئے ہوئے لیبارٹری سے باہر نکل آیا۔

راہداری کر اس کرنے کے بعد جب وہ آپریشن روم میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ بلیک زبرد آپریشن روم کی کرسی پر سرختا ہے بیٹھا ہے۔ عمران نے دونوں ریلواری میز پر ڈال دیئے اور بلیک زبرد نے چونک کر سر اٹھایا۔



”بلیک زیرو۔۔۔ دشمن نے دورخی مار دی تھی۔ ان ریپڈ لوڈز کے دستوں میں بھی نیلی داتر لیں ویشن آئی بم موجود تھے۔ جب تک چاہتا ان کی مدد سے ہماری گنگنا کو سٹار رہتا اور جب چاہتا ان کی مدد سے آپریشن روم تیار کر دیتا۔“ عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔  
 ”اوہ۔۔۔ ایہ مجرم تو انتہائی خطرناک ثابت ہو رہا ہے۔ اس کا مطلب ہے دانش منزل اس کی نظروں میں آچکی ہے۔“ بلیک زیرو نے تشویش آمیز لہجے میں کہا۔

”بلن۔۔۔ یقیناً۔۔۔ اچھا تم ایسا کرو۔ دانش منزل کو بیرونی منظر تبدیل کر لو۔ میں ذرا پرس وچیل سے دوبارہ میں کر لو۔ عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور پھر باہر جاتے جاتے ٹکر لگیں۔ دروازہ کے قریب کھڑے کھڑے وہ چند لمحے سوچتا رہا اور دوبارہ میز کی طرف لوٹ آیا۔

”غیریت۔۔۔“ بلیک زیرو نے حیرت آمیز لہجے میں کہا۔  
 ”بلیک زیرو۔۔۔ میرا پروگرام بدل گیا ہے۔ پرس وچیل نا کی شخصیتوں پر تشدد کرنے سے ہمیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔“ عمران نے دوبارہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب۔۔۔ اپرٹس وچیل آپ کے ہتھے چڑھ چکا ہے۔ اسے گولی مار کر غم کر دیں۔ جان چھوٹی۔ ذرا پرس وچیل جو نہ ہی کیس آگے بڑھے گا۔ خواہ غمزدار دروہی کرنے سے فائدہ۔“ بلیک زیرو نے دو ٹوک لہجے میں کہا اور بلیک زیرو کی بات سن کر عمران بے اختیار مسکرا دیا۔

”میرے خیال میں تمہاری ریجھنچلا ہٹ تم پر حملے کا رد عمل ہے۔“ طاہر صاحب! آپ ایک ذمہ دار عہدے دار ہیں۔ آپ کا کام یہ ہے کہ مجرم کو پکڑیں اور مجرم وہ ہوتا ہے جو جرم کر چکا ہو۔ اس بار پرس وچیل کو مجرم کوئی مار دیں تو اس کو کس بنا پر۔ صرف اس بنا پر کہ وہ ایک بین الاقوامی مجرم ہے۔ ہمارے ملک میں ابھی تک اس نے کوئی ایسا جرم نہیں کیا جس کی سزا موت ہو۔۔۔ زیادہ سے زیادہ ہم یہ کر سکتے ہیں کہ اسے گرفتار کر کے انٹرپول کے حوالے کر دیں۔ مگر اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ وہ فرار نہیں ہو جائے گا یا دو دوبارہ ہمارے ملک کا رخ نہیں کریں گے۔ اس بار تو ہمیں پتہ چل گیا ہے۔ ائندہ نہ چل سکے۔۔۔ اور دوسری بات یہ کہ ہم اسے انٹرپول کے حوالے کر کے مظن ہو جائیں اور اس کے ساتھ درپردہ کام کر گزریں۔ اور ایک اور پہلو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس کو ہم نے گرفتار کیا ہے وہ اصل پرس وچیل نہ ہو۔“ عمران نے باقاعدہ تقریر کرتے ہوئے کہا۔ مگر آخری فقرے پر بخود بھی چونک پڑا۔

”عمران صاحب۔۔۔ میں معافی چاہتا ہوں۔۔۔ واقعی میں جھنجھلا ہٹ میں مبتلا ہو گیا تھا۔“ بلیک زیرو نے شرمندہ لہجے میں کہا۔  
 ”کوئی بات نہیں۔۔۔ تمہیں سمجھاتے سمجھاتے میرے ذہن میں ایک نیا پہلو ابھر اے۔۔۔ پہلے میں اسے چسک کر قتل کر آیا یہ اصل پرس وچیل ہے بھی نہ ہی کہ نہیں۔“ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”مگر جناب۔۔۔ ہمارے پاس اصل پرنس وینچل کی تصویر بھی تو موجود نہیں۔ ہم کیسے چیک کریں گے کہ آیا یہ اصل مجرم ہے کہ نہیں۔ بیک زیرو نے کہا۔

”ہاں۔۔۔ یہ بات تو ٹھیک ہے۔“ عمران نے جواب دیا اور پھر کچھ سوچتے ہوئے اس نے دوبارہ کہا۔ ”میرا چلا خٹالی جی درست ہے اسے یہاں سے فرار کر دیا جائے اور اس کی مکمل نگرانی کی جائے۔ اس طرح شاید کوئی با مقصد کیوں مل جائے۔“ اس کے ساتھ ہی اس نے کھانا کی گھڑی کا بین کھینچ لیا۔ اور فریڈکسن سیٹ کرنے لگا۔ جلد ہی لڑیلہ مل گیا۔

”ہیں۔۔۔ صفدر سپیکنگ۔۔۔ اور۔۔۔“ دوسری طرف سے صفدر کی آواز سنائی دی۔

”ایکسٹ۔۔۔ اور۔۔۔“ عمران نے مخصوص لیے میں جواب دیا۔

”ہیں سر۔۔۔ اور۔۔۔“ صفدر کا لہجہ پھر متودبانہ ہو گیا۔

”صفدر۔۔۔! تم کیپٹن شکیل اور تنویر کو کنکٹ کر کے پندرہ منٹ کے اندر اندر دانش منترل کے سامنے پہنچ جاؤ۔۔۔ میں یہاں سے پرنس وینچل کو فرار ہونے کا موقع دوں گا۔ تم تینوں نے اس کی باری باری نگرانی کرنی ہے۔۔۔ تم تینوں دائرے میں کاریں استعمال کرو گے اور اپنی جگہ تبدیل کرتے رہو گے۔ اگر یہ کسی ٹھکانے پر جائے تو تم نے اس کی مکمل نگرانی کرنی ہے اور مجھے ہر دو گھنٹے بعد رپورٹ دو گے۔۔۔ اگر میں نہ ملوں تو رپورٹ عمران کو دے دینا۔ بہر حال مکمل اور محسوس رپورٹ نگرانی ہونی چاہیے۔ اور۔۔۔“ عمران نے صفدر کو

تفصیلی ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”بہتر سر۔۔۔ اور۔۔۔“ صفدر نے مختصر جواب دیا۔

”اور اینڈ آف۔“ عمران نے کہا اور بین دبا کر رابطہ ختم کر دیا۔

”میں خود بھی اس کا قاتب کروں گا۔۔۔ سیکرٹ سروس کے

ممبران سے علیحدہ ہو کر۔۔۔ عمران کی رپورٹ تم وصول کرتے رہنا۔

جب ضرورت ہوگی میں تمہیں کنکٹ کروں گا۔“ عمران نے بیک زیرو

سے کہا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

اور بیک زیرو نے حمزہ کو ٹیلیفون پر ہدایات دے دیں کہ جی

کمرے میں مجرم بند ہے۔ اس کا لاک کھول دو اور خود اس کے سامنے

سے ہٹ جاؤ۔۔۔ اسے فرار ہونے کا موقع دو۔

وہ اب عمران کی پیال سجد گیا تھا کہ عمران کیا چاہتا ہے۔



”بڑا اشتہار دکھایا فیروزہ“۔ ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔  
 ”سوری ڈیر۔۔۔ دراصل پاپا سے ایک غیر ملکی ملنے لگی تھا، اسکی  
 باتیں اتنی دلچسپ تھیں کہ مجھے وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوا  
 فیروزہ معذرت آمیز لہجے میں جواب دیتے ہوئے کرسی پر بیٹھ گئی۔  
 ”اچھا۔۔۔ تو یہ بات ہے۔۔۔ وہ غیر ملکی اتنا پسند لگیا تھا کہ  
 ہم بھول ہی گئے۔“ ٹائیگر نے روٹنے والے انداز میں کہا۔

”ارے۔۔۔ ارے۔۔۔ تم تو ناراض ہو گئے۔۔۔ بھلا ایسا  
 کبھی ہو سکتا ہے کہ میں کسی اور کو تم پر ترجیح دوں۔۔۔ جب سے تمہارے  
 ساتھ دوستی ہوئی ہے۔۔۔ مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میں نے اپنا  
 آئیڈیل پایا ہے۔“ فیروزہ نے بڑی سنجیدگی سے مگر جذباتیت سے بھرپور  
 لہجے میں جواب دیا۔ اور ٹائیگر نے اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے  
 قریب سے گزرتے ہوئے ویلہ کا کافی کا آرڈر دے ڈالا۔

”تھینک یو ڈیر۔۔۔“ مگر مجھے بتاؤ تو سچی کہ غیر ملکی نے ایسی کوئی  
 بات کیس جی اتنی دلچسپ تھیں کہ تم مجھے بھول گئیں۔“ ٹائیگر نے دونوں  
 کہنیاں میز پر نیکیٹے ہوئے پوچھا۔

”چھوڑو جی ڈیر۔۔۔ ایک دفعہ معذرت کر لی۔۔۔ تم تو ایک  
 ہی بات کے پیچھے تاحہ دھو کر پڑھاتے ہو۔ وہ غیر ملکی پاپا سے کسی  
 اندر لورٹ پر ہونے والے کسی اہم واقعہ کے متعلق گفتگو کر رہا تھا۔  
 شاید کوئی فوجی آدمی تھا۔“ فیروزہ نے اتنا تعلق سے جواب دیا اور  
 ٹائیگر کے ذہن میں ایک نامعلوم سے حشرٹے سنے مرا بھارا۔  
 فیروزہ کا باپ فوت میں ایک انتہائی اہم و مہم دار عہدے پر فائز

ٹائیگر آج کل قطعی فارغ تھا۔ عمران نے کافی عرصے سے کال  
 کال نہیں کیا تھا۔ اس نے راوی عیش ہی عیش کھاتا تھا۔ چنانچہ آج کل  
 ٹائیگر کی مصروفیات صرف ہونٹنگ ہی محدود ہو کر رہ گئی تھیں۔ آخر کی طرح  
 وقت تو گزرا نا ہی تھا۔

اتنے بھی وہ ٹیپ ٹاپ کے بال میں اپنی منہمک نشست پر بیٹھا تھا۔  
 کافی کی پیالی اس کے سامنے موجود تھی مگر اس کی نظریں ورنے  
 پر جمی ہوئی تھیں۔ شاید اسے کسی کا اشتہار تھا۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی  
 مسکراہٹ دوڑ گئی۔

مین گیٹ سے ایک خوبصورت لڑکی اندر داخل ہو رہی تھی۔ اس  
 نے ایک لمحے کے لئے ادھر ادھر دیکھا اور پھر جیسے ہی اس کی نظر ٹائیگر  
 پر پڑیں وہ ہلکی سی مسکراہٹ لئے تیزی سے اس کی طرف بڑھتی چلی آئی۔

ایک فیروزہ سے مخاطب ہو کر کہا۔

”میں فیروزہ —! آپ کے پاپا نے آپ کے لئے پیغام دیا ہے۔ اگر مسٹر آفریدی ہیں چند لمحے عینیت کریں تو....“ جان نے ہائیکر کی طرف معذرت طلب نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔  
 ”ٹھیک ہے۔ میں ذرا ٹوائسٹ ٹیک جو آؤں آپ بات کریں“ ہائیکر نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ٹوائسٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

ٹوائسٹ ہال سے بٹ کر گھیری میں تھا۔ وہاں جاکر ٹائیگر ایک مستون کی آڑ میں کھڑا ہو گیا۔ یہاں سے ہال صاف نظر آرہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ جان نے فیروزہ کو سرگوشی کی اور فیروزہ نے اثبات میں سر ہلادیا۔ اور پھر جان جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔

دوسرے لمحے وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہال کے مین گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ ٹائیگر بھی خاموشی سے اس کے پیچھے چل دیا۔ اس نے دیکھا کہ جان کا رخ پارکنگ شیز کی طرف تھا۔

ٹائیگر نے اس کا تعاقب کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ مرٹ اس امید پر کہ بوریٹ سے تو نجات ملے گی۔ اور شاید کوئی دلچسپ بات بھی معلوم ہو جائے۔

ٹائیگر نے اپنا موٹر سائیکل جان کی کار سے خاصے فاصلے پر رکھا اور بڑی ہوشیاری سے تعاقب کرتا رہا۔ جان کی کار شہر کی مختلف کالونیوں کا چکر لگانے کے بعد ماڈل ٹاؤن کی ایک عظیم الشان کوئٹھی کے گیٹ میں داخل ہو گئی۔

تھا۔ اس کا کسی غیر ملکی سے ملنا اور فوجی نوعیت کی باتیں کرنا ٹائیگر کو کچھ عجیب سا محسوس ہوا۔ مگر وہ فیروزہ کو بچ نکالنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لئے اس نے ادھر ادھر کی باتیں شروع کر دیں۔ اور بائیں کمرے کرتے اجاگک اس نے پوچھا۔

”کون سے ایئر پورٹ کے متعلق بات ہو رہی تھی۔ تمہارے پاپا اور اس غیر ملکی میں“

”معلوم نہیں“ فیروزہ نے ناگوار سے لمبے میں کہا اور ٹائیگر خاموش ہو گیا۔ کافی فنی کروہ دونوں اٹھ کر ڈائنگ روم کی طرف بڑھ گئے۔ دروازہ کھلنے کے بعد یہی اپنی میز پر پہنچے۔ ٹائیگر نے دیکھا کہ اس کی میز پر ایک غیر ملکی بیٹھا ہوا تھا۔ وہ انتہائی شاندار صحت کا مالک تھا۔  
 ”ہیلو جان — آپ یہاں کیسے؟“ فیروزہ نے چونک کر پوچھا۔  
 ”میں ویسے ہی — تم نے ٹپ ٹاپ کی تعریف کی تھی۔ اس لئے میں یہاں آ گیا۔“ غیر ملکی نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

”ان سے ملنے۔ مانی فرینڈ — مسٹر آفریدی — اور آپ ہیں مسٹر جان — پاپا کے دوست — جن کی دلچسپ باتوں کی وجہ سے میں لیٹ ہو گئی تھی۔“ فیروزہ نے ٹائیگر اور غیر ملکی کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

ان دونوں نے ایک دوسرے سے ہاتھ ملاتے ہوئے دیکھی جھلن کا تبادلہ کیا اور پھر وہ سب میز کے گرد بیٹھ گئے۔ ٹائیگر نظروں ہی نظروں میں جان کو ٹٹول رہا تھا۔ جان کی شخصیت ٹائیگر کو کچھ مشکوک سی معلوم ہوئی مگر وہ خاموش رہا۔ جان نے ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد

"ٹھیک ہے۔ ہم اسے دو لاکھ روپیہ ادا کر دیں گے مگر ہمیں اتنی بھاری رقم کا صحیح معاملہ مٹا چاہیے۔" سفید بالوں والے نے اذکار بولنے میں کہا۔

"آپ نے فخر رہیں باس۔ میں نے سب کچھ معلوم کر لیا ہے۔ کرنل حبیب جو کھینے کا عادی ہے اور اس سلسلے میں وہ خاصا مقروض ہو چکا ہے۔ اس لئے وہ ہر قیمت پر ہمارا ساتھ دے گا میں نے آج شام ہوٹل چیکارڈ میں اس سے ملاقات طے کر لی ہے۔ اس ملاقات میں وہ سب کچھ تفصیل سے بتا دے گا۔ اور میں جو سہولتیں چاہوں۔ ہم اس سے طے کر لیں گے۔ آدھی رقم اسے آج شام کو دے دیں گے اور آدھی مہینہ شروع ہونے سے چند گھنٹے پہلے۔" جان نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ آج شام تفصیلات طے کرنے کے بعد ہم باس کو مکمل رپورٹ دے دیں گے۔" سفید بالوں والے نے کہا۔ "تو آپ چلیں گے نا؟" جان نے پوچھا۔

"ہاں۔ میں تمہارے ساتھ جاؤں گا۔" مگر میک اپ میں۔ میں شام کو ہوٹل میں ہی پہنچ جاؤں گا۔ تم ایسا کرنا کہ جو کہیں مقصود کرانا اس کے ساتھ والے کین میں بھی اپنے آدمی بٹھا دیتا مگر کوئی دوسرا آدمی سچ گن نہ لے۔ سفید بالوں والے نے کہا اور جان سر ملاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

ٹائیگر بھی خاموشی سے پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے تپہ پر گہری فکر ویش کے آثار تھے۔ اسے فیروزہ کے باپ کرنل حبیب کے متعلق

ٹائیگر نے موٹر سائیکل پر کونٹھی کا راؤنڈ لٹکایا اور پھر وہ کونٹھی کے عقب میں اٹھ گیا۔ اس نے موٹر سائیکل ایک درخت کے نیچے پارکی اور خود تیزی سے کونٹھی کی جھتی دیوار کی طرف بڑھ گیا۔ جھتی دیوار کے ساتھ ہی ایک درخت تھا۔

ٹائیگر نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر کسی کو نہ پا کر وہ تیزی سے درخت پر چڑھتا چلا گیا۔ چند ہی لمحوں بعد وہ دیوار پار کر کے کونٹھی کے پائیں باغ میں موجود تھا۔ ٹائیگر نے جیب میں ریو اٹور چیک کیا۔ اور پھر دیکھا ہوا عمارت کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ چند لمحوں بعد وہ چھت پر لیٹا ہوا تھا۔ چھت کے کونے سے سیڑھیاں نیچے جا رہی تھیں۔ اور پھر وہ سیڑھیاں اترتا ہوا نیچے ایک گیر میس آگیا۔

یہاں مختلف کمروں کے روشندان تھے۔ ٹائیگر نے روشندان چیک کئے۔ اور پھر ایک کمرے میں اسے جان میٹھا نظر آگیا۔ اس کے سامنے سفید بالوں والا ایک غریبی موجود تھا۔

ٹائیگر نے روشندان پر ہلکا سا دباؤ ڈالا اور روشندان ذرا سا کھل گیا۔ اب ان کی باتوں کی آواز صاف سناں سے رہی تھی۔

"میرا لیون۔ تم نے صبح آدمی انتخاب کیا ہے۔ کرنل حبیب ایرپورٹ کا اچھا دوست ہے۔ اگر وہ ہم سے تعاون پر آمادہ ہو جائے تو سب کچھ ٹھیک ہو سکتا ہے۔" سفید بالوں والا جان سے کہہ رہا تھا۔

"باس۔ آپ کا خیال صحیح ہے۔ میں نے کرنل حبیب سے بات چیت کر لی ہے۔ کرنل حبیب نے دو لاکھ روپیہ مانگ لیا۔ جان نے جواب دیا۔

اب تک یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ دو لاکھ کے لئے ایک گئی ہو گا۔ مگر اب وہ اپنے کانوں سے سب کچھ سن چکا تھا۔ اس لئے یقین کرنا بھی پڑ رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ کوٹھی سے نکل کر اپنے موٹر سائیکل تک پہنچ گیا تھا۔ موٹر سائیکل دوڑاتا ہوا وہ سیدھا اپنے فلیٹ پر گیا اور اٹال جا کر اس نے الماری سے فرانسیز نکالا اور عمران کو کال کرنے لگا۔  
 "یس — عمران پیسنگ — اور — دوسری طرف سے عمران کی آواز سنائی دی۔

اور ٹائیگن نے کڑی جیب اور غیر کیوں کی تمام بات چیت سے اٹے اگاد کر دیا۔

"ٹھیک ہے — تم رات کو ان کی تفصیلات معلوم کرو اور پھر مجھے بتانا۔ تفصیلات معلوم کرنے کے بعد ہی اس کے متعلق مزید فیصلہ ہو گا۔" اور وائڈ آل عمران نے جواب دیا اور رابطہ ختم کر دیا۔  
 ٹائیگن نے فوہل سانس لیتے ہوئے فرانسیز دوبارہ الماری میں لٹھکایا اور غور ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔

اُدھے گھنٹے بعد وہ ایک ایپ کر کے باہر نکل آیا اور پھر اس نے موٹر سائیکل سٹارٹ کیا اور ہوائی جیکارڈ کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ ان لوگوں سے پہلے وہاں جا کر کوئی ایسا انتظام کرنا چاہتا تھا جس سے وہ باسانی تمام تفصیلات سے آگاہ ہو سکے۔ اسے معلوم تو ہو گیا تھا کہ یہ لوگ تین چار کیلین اکٹھے یک کر ایت گئے مگر اطمینان سے بات چیت کر سکیں ہوائی جیکارڈ پر پہنچ کر اس نے موٹر سائیکل پارکنگ سٹیشن میں کڑا

کی اور غور ہو مل کے چٹبی راستے سے ہوتا ہوا کچن کی طرف بڑھ گیا۔ یہاں کاجیت ویٹراس کا راقن تھا۔ چنانچہ جلد ہی اس نے چیت دیڑ کو ڈھونڈ لیا۔

"ہیلو مسٹر کاشانی — آج کیسے اوسر کا راستہ بھول پڑے۔" چیت ویٹراس نے مسکراتے ہوئے اس کا استقبال کیا۔

"جوڑی — آج میں ایک شخص صبحی کام سے آیا ہوں" یہ بتاؤ شام کو کیمنز پر کسی کی ڈیوٹی ہوگی۔" ٹائیگن نے پوچھا۔

"ویٹراس فریڈ کی — کیوں کیا بات ہے؟" جوڑی نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"اور تو کوئی خاص بات نہیں۔ دراصل میں نے آج ایک فریڈ کو لائٹ دیا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ کیمنز میں مداخلت کم سے کم ہو۔" ٹائیگن نے مسکرا کر انکو بتاتے ہوئے کہا۔

"اچھا — اچھا — سمجھ گیا —" پشیل پروگرام ہے۔ کوئی بات نہیں — میں ہمارے فریڈ کو پیت دے دوں گا۔ وہ خیال رکھے گا۔ تم بے فکر ہو جاؤ۔ جوڑی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" ٹائیگن نے کہا اور پھر آگے بڑھ گیا۔ اور پھر کیمنز کے نزدیک اسے جادو ویٹراس نظر آ گیا۔ یہ ایک نوجوان شخص تھا۔ اور ٹائیگن کو شہی ہوئی کہ اس کا قد و قامت اس سے ملتا جلتا تھا۔

شام تک وہ بال میں بیٹھا وقت گزارتا رہا اور پھر اٹھ کر کچن کی طرف بڑھ گیا۔ کچن کے قریب ہی سٹور روم تھا۔ ٹائیگن نے خاموشی سے سٹور کے دروازے کے قریب کھڑا ہو گیا۔

اور سگریٹ پینے لگا۔ اور جلد ہی اسے وہ موقع مل گیا جس کا وہ انتظار کر رہا تھا۔ چار ہندویش اسے راہداری میں اکیلا نظر آیا۔  
 "ہیلو۔۔۔۔۔ بات سنو دوست۔۔۔۔۔" ٹائیسگر نے اسے آہستہ سے اپنی طرف بلا تے ہوئے کہا اور ویزا اسس کی طرف بڑھتا چلا گیا۔  
 "فرمائیے۔" ویزا نے موہا بنے لہجے میں کہا۔  
 "ٹائیسگر نے دس کا نوٹ اس کے ہاتھ میں رکھا اور پھر سرگوشیاں لہجے میں کہا۔

"ادھر سٹور میں میری ایک بات سن لو۔۔۔۔۔ اگر میرا کام ہو گیا تو پچاس اور دو دن لگا۔"  
 پچاس دو پہنے کا سن کر ویزا کی آنکھوں میں چمک اٹھی۔ اس نے سٹور کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ اندر پہنچنے ہی ٹائیسگر اس کی طرف جھکا اور دوسرے لمحے اس کا ہاتھ بھلی کی سی تیزی سے اٹھا اور ویزا کی کپڑی پر ضرب لگائی۔ وہ دو فرش پر لڑھک گیا۔ ایک ہی ضرب اسس کے لئے کافی ہو گئی تھی۔

ٹائیسگر نے بڑی چھتری سے اپنا لباس اتار کر ویزا کو پہنایا اور پھر اس کی وردی خود پہن لی۔ اس نے اپنا جیبوں میں موجود سامان وردی کی جیبوں میں منتقل کیا۔ اور پھر ایک چھوٹا سا جھکس کھول کر اس نے ویزا کا میک اپ شروع کر دیا۔ اس کے ہاتھ انتہائی تیز اور مہارت سے چل رہے تھے۔ دس منٹ بعد وہ ویزا کا روپ مکمل طور پر دھار چکا تھا اس نے ایک نظر بیہوش پڑنے سے ویزا پر ڈالی اور پھر شے اٹھا کر وہ باہر نکل آیا۔ کچن کا ایک راؤنڈ لگا کر جب وہ ہال میں پہنچا تو استنبات

کوک نے اسے ہلا کر کہا کہ کین ممبر تھری، فور اور فائیو رینڈر ہو چکے ہیں ان پر رینڈر ویشن کا رڈ لگا دو۔ اور ٹائیسگر سہلانے ہوئے آگے بڑھ گیا۔ اس نے ان تینوں کینڈینوں پر رینڈر ویشن کا رڈ لگا دیئے اور پھر غور ورمانی کین میں داخل ہو گیا۔ وہ سمجھا تھا کہ خفیہ میٹنگ کین خبردار میں ہوگی۔ کین کے اندر داخل ہوتے ہی اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک چھری سی ڈبیا جس کے ساتھ ہالک ٹیپ موجود تھا۔ کین کے درمیان میں رکھی ہوئی کیمز کے نیچے جھپکا دیا۔ اور پھر کین کا پردہ برابر کرتے ہوئے باہر نکل آیا۔

ہال کا ایک راؤنڈ لگا کر کیم دوبارہ کین کی طرف آیا اور ادھر ادھر دیکھتا ہوا سٹور روم میں گھس گیا۔ ویزا بھی ٹھیک سبے ہوش پڑا تھا۔ ٹائیسگر نے دروازہ اندر سے بند کیا اور ایک بار دوبارہ لباس اور میک اپ تبدیل کرنا شروع کر دیا۔ پیلے والے لباس اور میک اپ میں اگر اسس نے جیب سے سو روپے کا نوٹ نکالا اور بیہوش ویزا کی منہ میں دبا کر خود سٹور سے باہر نکل آیا۔

اس نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر تیزی سے ہوش سے باہر آ گیا۔ چند لمحوں بعد اس کی موٹر سائیکل تیزی سے کرنل میب کے جھکے کی طرف دوڑتی چلی جا رہی تھی۔ اس نے کرنل میب کے جھکے کے قریب جا کر موٹر سائیکل روک دیا۔ اور خود اتار کر ایک درخت کی آڑ میں کھڑا ہو گیا۔ دراصل وہ کرنل میب کو خود چیک کر کے ہوٹل تک جانا چاہتا تھا۔ کیونکہ اسے اندیشہ تھا کہ کہیں عین موقع پر جرموں نے پروگرام یا میٹنگ کا مقام تبدیل نہ کر دیا ہو۔ اس میں یہی ایک خوبی تھی کہ وہ معاملے کے کسی





”اور ہاں کرنل—— جانے سے پہلے ہماری ایک بات سُن لیں۔ اگر آپ نے اس کے متعلق کسی کو کچھ بتلایا یا اشارہ بھی کیا تو نہ صرف آپ کی بقایا رقم ڈوب جائے گی بلکہ آپ اپنی جان سے ہاتھ بھی دھو بیٹھیں گے۔ ذمہ دار اپنے سے غداری کرنے والوں کو ایسی چیز تک نہ دے دیتے گا عادی ہے کہ اسس کی راج ٹیک ہلبا اٹھتی ہے“

دوسرے غیر ملکی نے انتہائی ٹھکانہ بیچے میں کہا۔  
 ”ٹھیک ہے۔۔۔ میں خیال رکھوں گا۔ ذمہ دار کو مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہوگی“ کرنل نے جواب دیا۔  
 اور پھر دوسرے نے ٹائیکر کو کرنل کیمن سے باہر آؤ دکھائی دیا اس کے ہاتھ میں سیاہ رنگ کا برلین کیس تھا۔

اس کے ہاتھ کے بعد ٹائیکر اپنی جگہ سے اٹھا اور ٹیبلٹا ہوا چارٹر کیمن کی طرف بڑھا۔ کیمن کے سامنے پہنچتے ہی وہ جھپٹ کر اندر گھس گیا اور دوسرے نے میز کے نیچے چپکا ہوا اندر ٹریس ٹرانسپیر اس کی جیب میں اچکا تھا۔ کیمن سے باہر نکل کر وہ بھی ہوتل سے باہر چل دیا۔ اس نے غیر ملکیوں کا تعاقب فضول سمجھا۔ کیونکہ ان کا ہسٹڈ کو انر وہ پہنچے ہی دیکھ چکا تھا۔ اب وہ مران کو رپورٹ دینے کے لئے بے چین تھا۔

”اس کے متعلق مجھے کچھ ہی ہدایات موصول ہوئی تھیں رات کو بارہ بجے ساٹھا کا ایک جہاز خفیہ طور پر دہلی اتر سے گا۔ اس میں سے ایک ہنڈل اٹار جائے گا۔ ایئر پورٹ پر مغربی انٹیلی جنس کا پہرہ ہوگا۔ وزارت دفاع کا ایک اعلیٰ خاتوندہ اور چار سائنس دان ایئر پورٹ پر آئے والوں کا استقبال کریں گے۔ ایک خصوصی کار میں وزارت ہتھیار کا خاتوندہ اور سائنسدان وہ ہنڈل لے کر پہلے وزارت دفاع کے دفتر بائیں گے اور پھر وہاں سے وہ ہنڈل ایٹیک انرجی کمیشن میں لے جایا جائے گا۔ اس کار کو تحفظ دینے کے لئے مغربی انٹیلی جنس کی کاریں اس کے آگے چیکے ہوں گی۔“

کرنل نے تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ کرنل“ دراصل بات یہ ہے کہ ہم نے وہ ہنڈل حاصل کرنا ہے۔ آپ اس مسئلے میں ہماری کیا مدد کر سکتے ہیں؟“ جان کی آواز سنائی دی۔

”دیکھئے جناب۔۔۔ میں نے دو لاکھ روپے صرف تفصیلات بتانے کے لئے کئے ہیں۔ اس سے زیادہ مزید تعاون میرے بس سے باہر ہے کیونکہ میں خود بھی اس جہاز کے قریب نہیں جا سکتا اور پھر آپ مجھے بتا دیتے کہ آپ وہ ہنڈل کیوں حاصل کرنا چاہتے ہیں۔“ کرنل کی آواز سنائی دی۔

”اس بات کو آپ رہنے دیں۔ بہر حال ہم خود ہی کوئی انتظام کر لیں گے۔ آپ یہ رقم کا بیگ اٹھائیں اور خاموشی سے چلے جائیں۔ آپ کی بقایا رقم کل رات دس بجے آپ کو مل جائے گی؟“ جان کی آواز سنائی دی۔  
 ”ٹھیک ہے۔۔۔ کرنل کا جواب آیا۔

پہنچ گیا۔ گیٹ کی چوٹی کھڑکی کھول کر وہ اچھل کر باہر نکل گیا۔  
اس نے ایک لمحے کے لئے مرکز عمارت کی طرف دیکھا اور پھر آگے  
بڑھ گیا۔ یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ آخر اسے اس طرح آزاد  
کیوں چھوڑ دیا گیا ہے۔ جلد ہی وہ ایک ٹیکسی ایجنٹ کے قریب کامیاب ہو گیا۔  
اس نے ٹیکسی ڈرائیور کو سیدھا چلنے کے لئے کہا۔ اس کی نظریں  
مسلل بیک مرر پر جمی ہوئی تھیں۔ کئی بار اسے اپنے تعاقب کا شک ہوا  
مگر پھر جب وہ کار مرعافی تو اس کا شک دور ہو گیا۔

اس نے مختلف ٹیکسیاں بدلیں اور پھر جب اسے یقین ہو گیا کہ واقعی  
اس کا تعاقب نہیں ہو رہا تو وہ کنگز کالونی کے ایک گیٹ پر اتر گیا۔ چونکہ  
اسے اسے دیکھتے ہی گیٹ کھول دیا۔ اور پرنس وینچل چونکدار کو مخاطب سب سے  
ہدایت کرتا ہوا کوٹھی کے اندر چلا گیا۔

عمران ایک ٹیکسی ڈرائیور کے روپ میں پرنس وینچل کا تعاقب  
کر رہا تھا۔ اس نے دیکھ کر سیکرٹ مرزوس کے قمران بڑی ہوشیار  
پرنس وینچل کا تعاقب کر رہے تھے اور اس کے ساتھ ہی وہ لوگ بھی  
کنگز کالونی کی کوٹھی پہنچ گئے۔

عمران نے ٹیکسی ایک طرف روکی اور پھر اتر کر کوٹھی کی بجلی سمیت  
میں بڑھ گیا۔ اسے معلوم تھا کہ اس کی ہدایات کے مطابق سیکرٹ مرزوس  
کے قمران کو کوٹھی کی بخاری طرف باہر سے کر رہے گئے۔

حقیقی سمت سے اسے اندجانے کا آسان راستہ نظر آیا۔ گند سے  
پانی کا گڑ کوٹھی کے اندر سے آ رہا تھا اور اس کا مزج کوٹھی کی دیوار سے  
بالکل ملا ہوا تھا۔ اس نے گڑ کا ڈھکنا اٹھایا اور پھر تیزی سے اندر اترتا

پرنس وینچل کو جب ہوش آیا تو اس نے اپنے آپ کو ایک  
خالی کمرے میں پایا۔

چند لمحے تو وہ خاموشی پر محال کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر ایک جھلنے  
سے اٹھ بیٹھا۔ اس نے اپنے جسم کو مٹھا، سب کچھ ٹھیک تھا۔ جیب میں  
رولر اور ایک موجود تھا۔

اس نے ایک طائرانہ نظر کر کے پر ڈالی اور پھر دروازے کی طرف  
بڑھ گیا۔ دروازے کو کھینچ کر اس نے دیکھا تو ایک دو جھکے دیئے تھے  
دروازہ کھل گیا۔ پرنس وینچل نے رولر اور جیب سے نکالا اور پھر دروازے  
سے باہر نکل آیا۔

پہلی عمارت سنان بڑی تھی۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر  
تیزی سے گیٹ کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ بار بار اپنے ارد گرد ماحولی کا جائزہ  
لے لیتا۔ مگر کہیں سے بھی کوئی مداخلت نہیں ہوئی۔ اور وہ گیٹ تک

پلا گیا۔ گزریہ پانی تھوڑی مقدار میں چل رہا تھا۔ اس نے عمران نے سائیدوں پر سیر جماعتے ہوئے آگے بڑھنا شروع کر دیا۔

دہانے کے قریب ریڑھیاں اوپر جا رہی تھیں۔ وہ ریڑھیاں چھٹا ہوا تیزی سے اوپر چڑھ گیا۔ ابھی اس نے دہانے پر موجود دھکن ہٹانے کے لئے ہاتھ بڑھائے ہی تھے کہ اس کی کلائی پر مزہ میں لگی شروع ہو گئیں۔ عمران نے ہاتھ کھینچنے لئے اوپر کھڑکی کا دھڑکن کھینچ لیا۔ دوسرے نے کھڑکی کا چھکامہ بند مہلنے بجھنے لگا۔ عمران سمجھ گیا کہ کول ہائیڈرک کی طرف سے ہے۔

”یہیں۔۔۔ عمران پیکلگ۔۔۔ اور۔۔۔“ عمران نے بولے لیجے ہیں کہا۔

اور نائیگر نے اسے کرنل حبیب اور غیر ملکیوں کے متعلق رپورٹ سی عمران نائیگر کی بات سن کر چونک پڑا اور اس نے اسے مزید تفصیلات حاصل کرنے کا حکم دے دیا۔

اس کے بعد اس نے دھکن آہستہ سے ایک طرف کھسکایا اور گزریہ سے سر باہر نکالا۔ یہ کھنکی کی عتیقی سمت تھی۔ چونکہ ارد گرد کوئی شخص نہیں تھا اس لئے عمران تیزی سے باہر نکل آیا۔ عتیقی سمت میں موجود ایک کھڑکی کو جب اس نے آہستہ سے دہانہ توکھڑکی کھل گئی۔ شاید وہ اندر سے بند نہیں تھی۔ عمران نے کھڑکی کو کھل کر اندر جھانکا۔ یہ کھڑکی ہاتھ روم کی تھی۔ عمران کو اندر پہنچ گیا۔ ہاتھ روم کے اندر دو دروازے کی کڑیوں سے اس نے دوسری طرف جھانکا۔ دوسری طرف کو خالی تھا۔ عمران نے بینڈل ڈالیا اور پھر دروازہ کھولی کہ کمرے میں داخل ہو گیا۔

کمرے میں جاتے ہی وہ خشک کر دک گیا کیونکہ اس کے ہنسی کمرے سے آتوں کی آوازیں آرہی تھیں۔ عمران دبے قدموں ہنسی دروازے کی طرف بھاگا اور پھر اس نے دروازے سے کان لگا دیئے۔ دوسری طرف سے پرسن وینچل کی آواز آرہی تھی۔ وہ شاید کسی کو کال کر رہا تھا۔ ”یہیں باس۔۔۔ میرا تعاقب نہیں کیا گیا۔ میں نے بہت اچھی طرح چھپ کیا ہے۔۔۔ اور۔۔۔“

”مگر یہ کچھ ہو سکتا ہے کہ وہ تمہیں وہاں لے جا کر آزاد چھوڑ دیں۔ مزید کوئی خطرناک چال کھیل گئی ہے۔“ دوسری طرف سے ایک کڑخت آواز سنائی دی۔

”میں بھی اس پیلو پر سوچتا رہا ہوں۔ مگر کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ آپ کو کال کر کے مزید ہدایات لے لوں۔ اور۔۔۔ پرسن وینچل نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔“ نے ان کا ہینڈ کو آرڈر تو دیکھ لیا ہے۔ تمہارا مشن یہ ہے کہ اپنے گروپ کو ساتھ لے کر کل رات بارہ بجے تک انہیں پر قبضہ کر لیا جائے۔ تاکہ میں اپنا اصل مشن کامیابی سے پورا کر لوں۔ اس کے بعد ہم سب فوراً اس ملک سے چلے جائیں گے۔ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

”ٹھیک ہے جناب۔۔۔ میں اپنے گروپ سمیت ان کے ہینڈ کو آرڈر پر بلہ بول دیتا ہوں۔ مجھے پوری امید ہے کہ کل رات تک انہیں دوسری طرف منہ پھرنے کی ہم فرصت ہی نہیں دیں گے۔ اور۔۔۔“ پرسن وینچل نے جواب دیا۔

”فوری تہ بولنے کی ضرورت نہیں۔ ہو سکتا ہے تم کل رات تک انہیں نہ اٹھا سکو۔ آرام و اطمینان سے کام کرو۔ جلد ہی کی ضرورت نہیں رہے گا اور اگر کوئی عجزانی باری دیکھو۔ اس شخص عمران کی ضرورت محض نکلانی ہوئی چاہیے۔ اور وقتاً فوقتاً کوئی ایسی حرکت کرتے رہو جس سے وہ تمہارے معاملے میں ہی اچھے رہیں اور اصل مشن کی انہیں ہوا بھی نہ لگ سکے۔ اور اگر گشت آواز میں دلیات دی گئیں۔“

”ٹھیک ہے پاس۔“ ٹھیکرہا اصل مشن کے دوران میری اور میرے گروپ کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ اور ”پرنس ونگل نے پوچھا۔ ”یہ بعد میں دیکھا جائے گا۔“ دوسرے گروپ کی فہمی کافی ہے اور وہ سب ایسے کاموں میں پوری مہارت رکھتے ہیں۔ بہر حال ابھی مجھے تفصیلی رپورٹ کا انتظار ہے۔ آج رات انتظامات کی مکمل رپورٹ ملنے کے بعد میں تفصیلی پروگرام مرتب کروں گا۔ اس کے بعد اگر تم لوگوں کی ضرورت پڑی تو تمہیں کال کروں گا۔ اور ”دوسری طرف سے بتلایا گیا۔“

”ٹھیک ہے جناب۔“ میں کال کا منتظر رہوں گا۔ اور ”پرنس ونگل نے دوبارہ نہ بولے میں جواب دیا۔“ اور ”ایسڈ آل“ دوسری طرف سے جواب دیا گیا اور گنگو ختم ہو گئی۔

مسلمان کی آنکھوں میں یہ گنگو سن کر بید چمک اُبھر آئی تھی معاملات اس کے تھوڑے سے بھی زیادہ گہرے تھے۔ اس نے اس نے فوراً نیند کر لیا کہ جرحوں کو مزید جھلٹ نہ دی جائے۔

یہ نیند کر کے اس نے پردہ ہٹایا اور پھر دروازہ ہلکے سے دبا کر دیکھا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ دوسرے لمحے اس نے پوری قوت سے دروازے پر دت ماری۔

دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور عمران اچھل کر کمرے کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے ہاتھ میں ریوا اور چمک لگا تھا۔ اندر جاتے ہی اس نے لوکی طرح گھوم کر دیکھا اور پھر حسب توقع اسے پرنس ونگل کے سوا کمرے میں کوئی نظر نہ آیا۔

پرنس ونگل جرح جبری فکروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ عمران کے ریوا اور کا رخ اس کی طرف تھا۔ چہرے پر حقائق کا آئینہ بہہ رہا تھا۔

”اوہ اپرنس۔“ آخر تم یہاں آ ہی گئے۔ خوش آمدید۔“ پرنس ونگل نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ اب اس کے چہرے پر بھی معصومیت کی تہ چڑھ گئی تھی۔

”اگر تمہیں میرے یہاں آنے پر اعتراض ہو تو واپس چلا جانا ہوں۔“ عمران نے ٹھیکرہا پر اٹھ کر دباؤ بڑھاتے ہوئے بڑے معصومانہ لہجے میں کہا۔ ”ارے نہیں پرنس۔“ بھلا ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ پرنس

ونگل کے پاس کوئی جہان آئے اور یوں واپس چلا جائے۔ اور پھر جہان بھی تم جیسا۔ میں تمہارا شایان شان استقبال کروں گا۔“ پرنس ونگل نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور دوسرے لمحے اس نے اپنا پاؤں زور سے میز کے کونے پر مارا۔

”خیر وار۔“ غلط حرکت مت کرنا؟ عمران نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

”تو کیا میں تمہارا اپنا ڈاٹا۔“ عمران نے منہ ہاتھ جوتے

کہا۔

”بہر حال کچھ بھی ہو۔۔۔ میں تمہاری چالاکی کی داد دیتا ہوں۔“  
نیل نے تم نے میرا کس طرح تعاقب کیا ہے۔ حالانکہ میں نے چپکے تو  
بہت کیا تھا۔“

پرنس وینچل نے تجسس آمیز لہجے میں کہا۔

”ابھی تم نے مجھے میری کس کس ادائیگی کی داد دو گے۔۔۔ بہر حال میں  
نے برصغیر پر یہ ثابت کرنا ہے کہ احمق کے غلبے کے خطاب کا تمہاری بجائے  
میں زیادہ حق دار ہوں۔“ عمران نے بڑے اطمینان سے بھرے لہجے  
میں جواب دیا۔

”غوب۔۔۔ بہت خوب۔۔۔ بہر حال اب آئی گئے جو تو  
تمہاری خاطر تواضع کرنا میرا فرض بن چکا ہے۔“ پرنس وینچل نے اپنے سر  
کو مخصوص انداز میں سر جھٹکتے ہوئے کہا۔

اس کے سر جھٹکنے ہی عمران کے پیچھے کھڑے ہوئے شین گن بڑا  
آگے بڑھے اور چہرا انہوں نے شین گنوں کی ٹائیں عمران کی پشت سے  
لگا دیں۔

”اے مہا نول کے خصوصی کمرے میں لے جاؤ۔۔۔ اور جتنی جلدی  
جو سکے خاطر تواضع کرو۔۔۔ ہمارا مہمان ہے۔۔۔ بس اس کا  
خیال رکھنا یہ ذرا شہزادی قسم کا مہمان ہے۔“ پرنس وینچل نے اپنے ڈومیل  
کو آنکھ مار تے ہوئے کہا۔

”آپ بے فکر رہیں باس۔۔۔ ہم اس کی اتنی اچھی

”اے تمہیں کیا ہو گیا ہے پرنس۔۔۔ یہ کھلنا ہو سکتا ہے یہی  
اچھا لگتا ہے۔ تمہارے پاس جو کچھ ہو سکتا ہے اس لئے اسے چھپکے ہی  
دو تو اچھا ہے۔“ پرنس وینچل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور دوسرے لمحے عمران یہ دیکھ کر حیران ہو گیا کہ کمرے کی دیواریں  
اپنی جگہ سے یوں سوٹ گئی تھیں جیسے کوئی آدمی پر دے سمیٹ دیتا ہے اور  
اب دیواروں کی جگہ چاروں طرف آدمیوں کی قطاریں کھڑی تھیں جن کے  
ہاتھوں میں سین گنیں تھیں اور دکھا رہے کہ ان سین گنوں کا رخ عمران ہی  
کی طرف تھا۔ تقریباً چالیس پچاس سین گنیں اس کا سامنا کر کے ہوتے تھیں۔  
عمران کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لئے تشویش کی لہر ابھری مگر دوسرے  
لحے اس نے ماتھے میں پچڑا ہوا دیوار ایک طرف چپکے دیا۔

”یہ بات ہوتی تو پرنس۔۔۔ تم اچھے بچوں کی طرح بڑوں کا کہنا  
مان لیتے ہو۔“ پرنس وینچل نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ اور عمران کے قریب  
آکر رک گیا۔ اس کی آنکھوں میں پراسرار سی چمک تھی۔

”کیا تم اکیلے آتے ہو پرنس۔۔۔ تمہارا باڈی گارڈ دوستہ کہاں  
ہے۔“ ویلے تمہارا باڈی گارڈ دوستہ بہت تیز ہے۔ انہوں نے بڑے گھڑی  
پر غوب کا نام راجہ نام دیا تھا۔ پرنس وینچل نے انتہائی نرم لہجے میں کہا۔

”بہت چمک دے ہو پرنس۔۔۔ مگر تم شاید نہیں جانتے کہ  
پرنس آف ڈھوپ اکیلا ہی اپنی ذات میں باڈی گارڈ دوستہ رکھتا ہے  
تم نے دیکھ ہی لیا تھا کہ میں کس طرح تمہیں اٹھا کر شاہی محل میں لے گیا  
تھا۔“ عمران نے بڑے اطمینان سے بھرے لہجے میں کہا۔

”مگر پھر چھوڑ کیوں دیا تھا۔“ پرنس وینچل نے لہجے ہوئے لہجے میں کہا۔

بھی سامنے آگئے۔ اور عمران نے یکدم نیچے بیٹھتے ہوئے سین گن کا فائر کھول دیا۔ اور وہ چاروں گولیوں کی دھڑکن میں اچھل کر پشت کے بل نیچے گرے۔ اسی لمحے عمران کی پیشین گوئی گھومنی اور باقی دو بھی اپنے انعام کو پسرخ گئے۔

کی ہمت ہی نہ مل سکی۔

عبدالان ان کو غم کرتے ہی تیزی سے واپس پرنس ونگل کے کمرے کی طرف بڑھا۔ ابھی اس نے چند ہی قدم اٹھائے ہوں تھے کہ ایک لگ کمرے کا دروازہ غائب ہو گیا۔

اب وہاں دروازے کی بجائے سیٹ دیوار تھی۔ عمران پھرتے پھرتے پچیسے مڑا مڑوٹا بھی اب موڑے سے پہلے محسوس دیوار نے اس کا راستہ روک لیا تھا۔ اور عمران اس سنگین قید میں جھنس کر رہ گیا۔ اس کے حوالے دلن دیوار میں ہی دیواریں تھیں۔ بلے رگم اور محسوس دیواریں۔

گئے۔ ابھی چند فحش بعد تھا ہمارا جسم شہد کی مکھڑیوں کو چپتہ بن  
 رہا تھا۔ آخر تم اپنے انعام کو روپیخ ہی

پرنس وینچل کے خوفناک قہقہوں سے راہداری گونج اٹھی۔  
 عزان نے اسے جواب فیضی کے بجائے ایک بار پھر راہداری میں  
 نظر کیس گھامیں۔ وہ اپنے بچوں کا کوئی راستہ موضوع نہ پا سکا تھا۔ مگر اس کی  
 نظریں سبکی دھاروں سے ٹکرا کر پلٹ آئیں۔

”اچھا علی عمران المعروف پرنس آف ڈھمپ — بائی بائی۔“

خاطر تواضع کریں گے کہ یہ آپ سے شکایت نہیں کر سکیں گے۔ ان میں سے ایک آدمی نے جواب دیا۔

”چلیے جناب“۔ اسی آدمی نے شہین گن کی نال سے عمران کو منہ کا دیتے ہوئے کہا۔

پرنس ویکٹور — اگر اپنے ابا جان سے آپ کی بات چیت ہو تو میرا سلام دے دیتا — وہ پیارے میرا برا خیال رکھتے ہیں۔ ابھی میرے متعلق تمہیں ٹھوس ہدایات دے رہے تھے۔ "عرانے بڑے اطمینان سے قدم آگے بڑھاتے ہوئے بڑے ملنر پر لہجہ میں کہا۔ پرنس ویکٹور نے جواب دینے کی بجائے دانت بیخف لسنے۔

اور عمران بڑے اطمینان سے چلتا ہوا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ گھڑی کا مندر بن وہ کافی پہلے کیچن چکا تھا۔ دروازے پر دوچوہرہ دار ان کے قریب پہنچے ہی ایک طرف ہٹ گئے اور عمران شاید انداز میں چلتا ہوا ان کے قریب پہنچ گیا۔

ملائے ایک مختصر سی راپڈری تھی جو دائیں طرف مڑ گئی تھی۔ عمران نے راپڈری میں آتے ہی اپنے قدم تیز کر دیئے۔ راپڈری کو دیکھ کر اس کا بیڑی میلخو ہن ایک منسوب بینک پہنچ چکا تھا۔

اور پھر جیسے ہی وہ موٹر کے قریب آیا۔ اس نے تیزی سے موٹر کا  
 اور رک گیا۔ اس کے پیچھے آنے والے بھی بھاگ کر گئے۔ بڑے اور سب  
 سے پہلے آنے والے دو آدمی عراق کی زمین آگئے۔ عراقی نے بڑی چھڑی  
 سے ان کی شین گن پر ہاتھ ڈالا اور دوسرے کے پیٹ میں بھر پور لات  
 عداوی۔ شین گن اس کے ہاتھ میں آگئی تھی۔ اسی لمحے چار آدمی اور

اب ہماری تمہاری ملاقات قیامت کو ہوگی۔ باقی بات چیت وہیں ہوگی؟  
پرنس وینچل کی آواز سنائی دی۔

”او کے۔۔۔ بانی بانی۔۔۔ میں خود اس دنیا سے تنگ آ چکا ہوں۔۔۔ کم از کم جنت میں حوریں تو ملیں گی“ عمران نے بھی جواب میں ہنسنے ہوئے کہا۔

”حوریں تو میں تمہاری لاشیں پر بھی میسج دوں گا۔۔۔ بے فکر رہو“ پرنس وینچل کا جواب سنائی دیا۔

”اگر ایسی بات ہے تو میں مرنے کے لئے واقعی پیچیدہ ہو جاؤں گا مگر خیال رکھنا کہیں تم اپنا وعدہ وفا نہ کرو اور مجھے دوبارہ اس بے وفا دنیا میں آنا پڑے۔“

عمران نے جواب دیا۔ اس دوران وہ آہستہ آہستہ کھسکتا ہوا زمین اس جگہ پہنچ گیا جہاں پہلے دروازہ تھا۔ اس کا خیال تھا کہ چونکہ یہ جگہ میکسٹرم سے پرکھی گئی ہے۔ اس لئے کاہر ہے کہ یہاں سے فائرنگ نہیں کی جاسکتی۔

”بے فکر رہو بانی بانی۔۔۔ اوداع۔۔۔ پرنس وینچل کی آواز سنائی دی اور پھر خاموشی بھاگ گئی۔“

عمران دوبارہ لگا خاموشی سے آنے والی موت کا انتظار کرنے لگا۔

بچہ لمحوں کے گھیر سکوت کے بعد اچانک راہداری پر گھر گھر کی آوازیں سنائی دیں۔ اور پھر چھت پر بے شمار نلے کھلتے چلے گئے۔ ہر خانے میں سے مٹین گن کی نال کا ہرا باہر نکل آیا تھا۔ عمران نے ایک

لمحے کے ہزاروں حصے میں صوتِ حال کا اندازہ لگایا۔

گو وہ آخری لمحے تک اپنی جان بچانے کا فیصلہ کر چکا تھا، مگر جس انداز میں مجرموں نے اسے گھیرا تھا۔ اس لحاظ سے اسے اپنے ارادے میں کامیابی بہت مشکل نظر آ رہی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر مٹین گنیں چاروں طرف کھومتی فائرنگ کریں۔ تو پھر اس کا بچنا ناممکن ہے۔ کیونکہ اس طرح راہداری کا چہرہ چہرہ ان کی زد میں آ جائے گا۔ صرف اس صوت میں بچاؤ کی امید ہے کہ مٹین گنیں سرکل میں نہ گھومیں۔

مگر دوسرے لمحے اس کا خیال غلط ثابت ہوا۔ چھت سے بھاگتی ہوئی مٹین گنوں کی نالیوں نے ڈری تیزی سے ایک دائرے میں حرکت کی اور اس سے پہلے کہ عمران کچھ اور سوچتا، مٹین گنوں نے بے تحاشہ گولیاں اگنی شہ روخ کر دیں۔

پوری راہداری میں گولیاں کی بارشیں سہی ہو گئی۔ ایک ایک اپنے پر گولیاں کی پھیلاؤ ہو رہی تھی۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ عمران بچاؤ کے کوئلہ پڑھنے کی فرصت بھی کہاں مل سکتی تھی۔

مجھے نہیں دیکھا۔ کیا خیال ہے اس کے پیچھے جایا جائے یا نہیں؟ تنویر کی آواز سنائی دی۔

عمران کو کھٹی میں لگتا ہے۔۔۔ ٹھیک ہے جاسے دو۔ جس صحت باہر کی ٹھکانی کرنے کا حکم ملا ہے۔۔۔ ہاں خیال رکھنا۔ اگر عمران کی کال آئے یا خطرے کا کاشن آئے تو ہمیں فوری طور پر مداخلت کرنی پڑے گی۔“ صدر نے جواب دیا اور پھر بطن بند کر دیا۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد اچانک صدر کی کلائی پر ایک بار پھر ضربیں لگی۔ صدر مریض ہو گئیں۔ اس نے چونک کر گھر کی کو دیگا تو گھڑی کے زمان میں صرغ رنگ کا ایک نقطہ تیزی سے جل بجھ رہا تھا۔

صدر تیزی سے آگے بڑھا اور پھر کھٹی کی دائیں سمت سے ہوتا ہوا عقب میں آگیا۔ وہ کیپٹن شکیل کو بھی ساتھ لیتا گیا۔

”تنویر! عمران کس راستے سے اندر گیا ہے؟“ صدر نے تنویر سے پوچھا۔

”گزر کے راستے۔۔۔ کیوں۔ کیا بات ہے؟“ تنویر نے پوچھا۔

”مردان خطرے میں ہے۔۔۔ ہمیں فوراً اندر جانا پڑے گا۔“ صدر نے جواب دیا اور پھر تیزی سے گزر کے دہانے میں اترتا ہوا گیا۔

اس کے پیچھے کیپٹن شکیل اور تنویر بھی اتر گئے اور وہ تینوں برق رفتاری سے آگے بڑھتے ہوئے گزر کے دوسرے دہانے کے قریب پہنچ گئے۔

پھر سب سے پہلے صدر باہر نکلا اور اس کے پیچھے کیپٹن شکیل اور تنویر بھی آگئے۔ صدر نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر اس کی تقریباً تھکی ہوئی کھٹی پر پر پڑی اور وہ اس کی طرف ہلکا اس سے سر اندر ڈال کر

صدر کیپٹن شکیل اور تنویر ایچٹو کے حکم کے مطابق دائیں منزل سے نکلنے والے پرسس و پمپ کا بڑی ہوشیاری سے تعاقب کرتے ہوئے کنگز کالونی کی اس کو کھٹی تک پہنچ گئے جس میں پرسس و پمپ داخل ہوا تھا۔

چوتھ انہیں ایچٹو نے صرغ باہر سے ٹھکانی کرنے کا حکم دیا تھا۔ اس لئے وہ کھٹی کے ارد گرد پھیل کر کھڑے ہو گئے۔ گیٹ کی طرف صدر

تھا۔ اس کی دائیں سائیڈ پر شکیل اور عقب میں تنویر نے جگہ سنبھال لی۔ ابھی انہیں وہاں کھڑے چند ہی لمحے ہوئے تھے کہ صدر کی کلائی

پر ضربیں لگنی شروع ہو گئیں۔

”تیس۔“ صدر نے گھڑی کا ونڈیشن دیکھتے ہوئے کہا۔

”صدر۔۔۔ میں تنویر پال رہا ہوں۔ ابھی ابھی عمران ایک مینیس سے اڑ کر کھٹی کے عقب میں موجود گھڑی لاق میں اتر گیا ہے۔ اس نے



باتھ روم کا جائزہ لیا۔  
دوسرے ٹھے بازوؤں کے لمبے پردہ اچھل کر کمرے میں داخل ہو چکا تھا  
پھر جب تک صند اور دروازے تک پہنچا۔ کیپٹن شکیل اور تنویر  
بھی باتھ روم میں داخل ہو چکے تھے۔  
صند رنے دروازے پر ہلکا سا دھواؤں والا۔ کمرہ خالی ہی محسوس ہو  
رہا تھا۔ صند رنے ان دونوں کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور پھر وہ  
تینوں یکے بعد دیگرے جھپٹ کر کمرے میں داخل ہو گئے۔ کمرے میں داخلے  
کے وقت میزوں میں موجود دیوالیوں کے ہاتھوں میں آپٹکے تھے۔ مگر جیسے  
ای وہ کمرے کے اندر پہنچے۔ ایک کمرے آواز ان کے کانوں سے گزرائی۔  
”ہینلز اپ“ — اور وہ تینوں صند تک کر دک گئے۔ انہیں  
تھوڑا دس شین گنوں سے مسلح آدمی گھر چکے تھے۔

صند رنے تنویر کی طرف دیکھا۔ تنویر کے چہرے سے محسوس ہوا  
تھا کہ وہ دیوالی اور پیچھے کی بجائے اپنی جذباتی نظرات کے مطابق لڑنے پر آمادہ  
ہے۔ مگر صند ر جانتا تھا کہ دس شین گنوں کے مقابلے میں ان کے تین  
دیوالی اور کچھ نہیں کر سکتے۔ اس لئے اس نے اپنا دیوالی اور نیچے پھینک کر اپنے  
ہاتھ اٹھا دیئے۔

چنانچہ اس کی پیریز میں کیپٹن شکیل اور تنویر نے بھی دیوالی اور پیچک  
کرنا تھ کمرے گئے۔ ایک آدمی نے ان تینوں کے دیوالی اور سمیٹ لئے۔  
اسی لمحے دروازے کا پردہ ہلا اور پرنس وینچل اندر داخل ہوا۔  
مغوش آمد یہ دوستو —! نبھے پورا مشین تھا کہ آپ لوگ  
منور آئیں گے۔ اس لئے میں نے آپ کے استقبال کا مکمل بندوبست

کر دیا تھا۔ — تیار پرنس اس وقت موت کے جال میں جھنس چکا  
ہے اور میں چاہتا ہوں کہ تم بھی اسے موت کے غوثی پیٹے میں جانا ہوا اپنی  
آنکھوں سے دیکھ لو۔ تاکہ تمہیں معلوم ہو سکے کہ تم جس آدمی کے نازی گارڈ  
ہو رہے ہو اسے مقابلے میں کتنا حقیر اور بے بس ہے۔ پرنس وینچل نے  
بڑے فخر سے بولے میں کہا۔  
وہ تینوں خاموش کھڑے رہے۔ اس وقت بھلا وہ کہتے بھی  
کیا۔  
”ان تینوں کو اپر لیکری میں لے آؤ۔“ پرنس وینچل نے کہا اور پھر  
تیز قدم اٹھاتا ہوا دروازے سے باہر نکل گیا۔  
”چلو — اور خردار اگر کوئی غلط حرکت کی تو چھوٹ کر رکھ دیں گے“  
ایک سٹین گن بڑا رنے کہا۔  
اور پھر وہ ان کے ضلعے میں پہنچے ہوئے دروازے سے باہر نکلے  
یہاں ایک چوڑا سا کمرہ تھا۔ ان کے کمرے میں جاتے ہی کمرہ کسی لفٹ  
کی طرح اوپر بڑھتا چلا گیا۔ تھوڑی دیر اور پر جا کر کمرہ رک گیا اور وہ تینوں  
کمرے سے باہر نکلے۔  
یہاں ایک ٹیبل رکھا ہوا تھا اور وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ کون سا  
کے فرسٹ پر غر جگر چھوٹی چھوٹی بے شمار مشینیں بٹ تھیں جن میں مشین  
گیس نصب تھیں اور ان کی ٹائپوں کا رخ فرش کی طرف تھا۔  
ایک سائیڈ پر ایک کافی بڑی مشین موجود تھی جس میں دو بڑے بڑے  
لیور تھے یہ شاید کمنڈنگ مشین تھی۔ پرنس وینچل اس مشین کے سامنے  
کھڑا تھا۔

ان قینوں کو بھی اس مشین کے ساتھ ہی دیوار کے ساتھ کھڑا کر دیا گیا اور مشین گن برداران کے سامنے والی دیوار کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ ان کی مشین گنوں کا رخ ان مینوں کی طرف ہی تھا۔ پرنس وینچل ہاتھ میں چھوٹا سا مائیک فون سے ہاتھوں میں مصروف تھا۔ وہ بڑے غصہ سے انماز میں کہہ رہا تھا۔

”جو رہیں تو میں تمہاری لاش پر بھیج دوں گا۔ بے فکر رہو۔“  
اور دوسری طرف سے آنے والی آواز سن کر وہ چوکے ہو گئے کیونکہ دوسری طرف سے آنے والی آواز عمران کی تھی۔ اس کی بات سن کر پرنس وینچل نے کہا۔

”بے فکر رہو۔ — بائی بائی — اوداع — پرنس وینچل کے لیے میں بے حد مخلصی تھی۔“

اور پھر اس نے بڑی معنی خیز نظروں سے صدر کیپٹن شکیل اور تنویر کی طرف دیکھا۔ وہ نے مشین گن کا ایک ٹین دیا۔ ٹین بکتے ہی فرش پر نصب مشینیں حرکت میں آ گئیں۔ فرش پر جہاں جہاں مشینیں فٹ تھیں غاصے کھل گئے اور مشین گنوں کی تالیں فرش سے نیچے ان خانوں میں اتر گئیں۔

صدر، کیپٹن شکیل اور تنویر قینوں بچھ گئے کہ پرنس وینچل عمران کے ساتھ کیا کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے ایک دوسرے کو معنی خیز نظروں سے دیکھا اور پھر انہوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں فیصلہ کر لیا تھا کہ ہر سہ کہ وہ اپنے سامنے عمران کو موت کے مزہ میں جلتے کیسے دیکھ سکتے تھے۔

پرنس وینچل نے اپنی انگلی سرخ رنگ کے ایک ٹین پر رکھی۔ اور پھر اس نے ایک نظر ان ٹینوں پر ڈالی۔ اس کی نظروں میں شدید ترین خطر تھا۔ جیسے وہ کہہ رہا ہو اپنے پرنس کا شہر دیکھ لو۔

اور پھر جیسے ہی اس نے مشین کی طرف نظر گھمائی۔ اناک وہ قینوں جیسے کی طرح اپنی جگہ سے اٹھنے۔ صدر نے پوری قوت سے پرنس وینچل کے پہلو میں اپنی لات ماری اور پرنس وینچل اچھل کر دفعتاً دور ایک مشین گن کے قریب جا گیا۔ مگر اس دوران اس کی انگلی سرخ رنگ کا ٹین دبا چکی تھی۔ اور گینیں رکتے ہی فرسش پر فٹ مشین گنوں نے ہونگ آواز سے گولیاں برساتی شروع کر دیں۔

کیپٹن شکیل نے اچھل کر مشین پر بیٹھے ہوئے دونوں لیو نیچے کر دیئے اور تنویر نے اس سے زیادہ رسک لیا اور وہ ہائی جیپ لگا کر مشینوں کے اوپر سے اڑتا ہوا سامنے کھڑے ستین گن برداروں میں سے دو کے اوپر جا گیا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ وہ اس غیر متوقع پہلی مشین کا اندازہ کر سکے سنہستے تنویر نے دونوں ہاتھوں اور پیروں کو برق کی سی تیزی سے استعمال کرتے ہوئے ان میں سے چار کو فرش بوس کر دیا اور پھر وہ ایک طرف پڑی ہوئی ایک مشین گن کی طرف لپکا۔ مگر اس دوران اسے ایک مشین گن بردار نے اس پر فائر کھولی دیا۔ مگر اسی لمحے صدر نے اس مشین گن بردار پر جھلانگ لگا دی۔ اور وہ اسے گھسیٹا ہوا دیوار تک لے گیا۔ یہ تھیں اس کی مشین گن نے گولیاں اٹھیں ضرور مگر ان کا صدمہ اس کے اپنے ساتھیوں کی طرف ہی تھا۔ اور تنویر نے اس موقع سے بھرپور

فائدہ اٹھایا اور اس کی سٹین گن نے باقی آدمیوں پر گولیوں کی بارش کر دی۔

ادھر کیپٹن شکیل نے لمبر نیچے کرنے کے فوراً بعد مشین کا وہ سرخ رنگ کا بن دوبارہ دبا دیا اور مشین ٹھیک چلتی بند ہو گئیں۔ اس دوران پرنس وینچل تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھلا اور دروازے کی طرف بھاگنے لگا مگر کیپٹن شکیل نے کسی دروازے کی طرح اس پر چھلانگ لگا دی اور دروازے کے قریب ہی اسے چھاپ لیا۔

پرنس وینچل نے مڑ کر پوری قوت سے اپنی طرف آتے ہوئے کیپٹن شکیل کے پیٹ میں لاٹ ماری اور کیپٹن شکیل دو مڑا ہو کر رہ گیا پرنس وینچل نے دونوں ہاتھوں کو جوڑ کر پوری قوت سے درگاہ کے بل جھکے ہوئے کیپٹن شکیل کی گردن پر وار کرنا چاہا۔ مگر کیپٹن شکیل نے جھکے جھکے کسی لڑاکے مینڈے کی طرح اس کے پیٹ میں ٹکرماری اور پرنس وینچل پشت کے بل دروازے کی دھڑ پر جا گرا۔

اس سے پہلے کہ کیپٹن شکیل اسے چھاپ لیتا اپنا ہک دروازے میں سے تین مشین گن بردار ظاہر ہوئے اور پھر ان میں سے ایک کی کڑک دار آواز سنائی دی۔

”خبردار۔۔۔ جس حالت میں بھی ہو بگ جاؤ۔“

اور پھر پرنس وینچل بھی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ کیپٹن شکیل تو بے راست ان کی زد میں تھا۔ اور صدر اور تنویر بھی ان کی زد سے باہر نہیں تھے۔ اس وقت ان دونوں کی پوزیشنیں ایسی تھیں کہ اگر وہ ان نوادہ بھلا آدموں پر فائرنگ کرتے تو گولیاں پہلے درمیان میں مہ جو کیپٹن شکیل کو چاٹ

ہاتھیں اور کیپٹن شکیل چونکر خالی ہاتھ تھا۔ اس لئے وہ اپنی جگہ بس ہو گیا تھا۔ کیپٹن شکیل کی دھڑ سے صدر اور تنویر دونوں کو سیٹھی گھٹیں چھیک کر ہاتھ اٹھانے پڑے۔ اور پوزیشن ایک بار پھر بدل گئی۔

”بھون ڈالو۔۔۔ ان پر اتنی گولیاں برساؤ کہ ان کے جسم تھپے میں تبدیل ہو جائیں۔“

پرنس وینچل نے غصے سے نچنے ہوئے مشین گن برداروں کو حکم دیا۔ اور مشین گن برداروں کی انگلیوں نے تیزی سے ٹریجروں پر حرکت کی۔ ان تینوں کی موت میں اب کوئی گسراتی نہیں رہ گئی تھی۔ انگلیوں کا معمولی مزیدہ دباؤ ان کے لئے موت کا پیغام نہایت ہو سکتا تھا۔

مگر اس سے پہلے کہ مشین گنیں گولیاں آگئیں۔ اپنا ہک وہ تینوں منہ کے بل فرش پر جا گرے۔ اور ان کے ہاتھ سے مشین گنیں چھوٹ کر فرش پر لڑکتی پئی گئیں۔

کیپٹن شکیل نے برقی کی سی تیزی سے ایک مشین گن بھیٹ لی اور اس نے اس کی بالائی حیرت سے منہ کھڑے پرنس وینچل کی پھاتی سے لگا دی۔ وہ تینوں نیچے گتے ہی تیزی سے اچھلے مگر ایک بار پھر لڑکھڑا کر نیچے جا گرے۔

”خبردار۔۔۔ اب اگر اٹھنے کی کوشش کی تو ریڑھ کی ہڈی توڑ دوں گا۔“

عمران نے کرکتے ہوئے لپچ میں کہا۔

اور شاید یہ اس کے لپچ کا اثر تھا کہ ان تینوں میں سے کسی نے بھی دوبارہ اپنی جگہ سے حرکت کرنے کی کوشش نہ کی۔ اور صدر اور تنویر نے دوبارہ سٹین گنیں سنبھالی لیں۔

اگر دروازہ کھٹنے میں چند لمحوں کی دیر ہو جاتی تو یقیناً اب تک میں جنت میں  
حوروں سے شہ غزوں میں مصروف ہوتا۔" عمران نے جواب دیا۔  
اور پرسن وینچل بھر گیا کہ ایسا کیونکر ہوا۔ کیپٹن ٹیکل نے ٹپن ہتے ہی  
یورگر ادا دیتے تھے اور ان بیوروں کے گرتے ہی دونوں طرف کی دیواریں  
اپنی جگہ سے یقیناً ہٹ گئی ہوں گی۔ اب تک اسے ان بیوروں کے گرتے  
کا احساس ہی نہیں ہوا تھا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ میں مانتا ہوں کہ بہر حال تم خوش قسمت ترین  
انسانوں میں سے ایک ہو۔ اگر تمہارا ساتھی چند لمحوں اور یورگر لٹا یا میں  
ان تینوں کو دین دوسرے کرے ہی میں دھیر کر دیتا تو مجھے یہ وقت نہ دیکھنا  
پڑتا۔" پرسن وینچل نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔

"میری خوش قسمتی تو خیر شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ مگر اب تمہاری  
خوش قسمتی شکوک ہے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ اب میں جو کچھ پوچھوں  
اس کا صحیح صحیح جواب دے دو۔ ورنہ زیادہ دیر بعد میں تم نے موت کی  
دعائیں مانگنی ہیں اور تمہاری دعائیں قبول نہیں ہوں گی۔" عمران نے  
انتہائی سست لہجے میں کہا۔

"تم کیا پوچھنا چاہتے ہو؟" پرسن وینچل نے دانت چھینچتے ہوئے کہا۔  
"جی کہ تمہارا اصل مشن کیا ہے؟" عمران نے سوال کیا۔  
"میرا اصل مشن یہ ہے کہ میں نے اعلیٰ اعلیٰ کالیکشن جیتا ہے پرسن  
وینچل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

عمران چند لمحوں سمیت نظروں سے پرسن وینچل کو دیکھتا رہا پھر اس نے  
اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ "تم دونوں باہر جا کر پیو دو۔ اسس

"ت۔۔۔۔۔ تم زندہ ہو؟" پرسن وینچل نے حیرت سے  
بہرہ لہے میں عمران کی طرف دھڑک رہا۔ اسس کی آنکھیں حیرت کی شدت  
سے پھٹی ہوئی تھیں۔

"ہاں پرسن وینچل۔۔۔۔۔ اچھی طرح دیکھ لو کہ میں زندہ ہوں۔ میں نے  
تمہیں کیا کہا تھا کہ ابھی جملے تم میری کسی گس ادا کی داد دو گے۔" عمران نے  
زہریلے لہجے میں کہا۔ اور پھر تنویر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ان تینوں کو لاشوں میں تبدیل کرو و تنویر۔۔۔۔۔ یہ تمہارا شمار  
ہے۔"

اور تنویر کو تو ایسا موقع خدا دے۔ اس سے پہلے کہ عمران کی  
بات ختم ہوتی اس نے ٹریگر دیا۔ اور وہ تینوں فرش پر پڑے پڑے  
مینڈکوں کی طرح گویوں کی بارش میں چند لمحوں پہنچنے رہے اور پھر غنڈے  
پڑ گئے۔

"اب بناؤ پرسن۔۔۔۔۔ تمہارا کیا مشن کیا جائے۔ جلد بناؤ۔" عمران  
نے تلخ لہجے میں پرسن وینچل سے مخاطب ہو کر کہا۔

"م۔۔۔۔۔ تم۔۔۔۔۔ مگر تم زندہ کیسے بچ سکے۔" پرسن وینچل نے اس  
کی بات کا جواب دینے کی بجائے اس سوال کو دیا۔ شاید اسے عمران کے  
اس طرح بچ سکے پر ابھی تک یقین نہیں آ رہا تھا۔

"تمہیں شاید میرے زندہ بچ رہنے کا یقین نہیں آ رہا۔ سنو پرسن۔ جیسے  
بھی چھت سے گولیوں کی بارش ہو تو۔ اس کے ساتھ ہی راہداری کا  
دروازہ بھی کھل گیا۔ اور جو گد میں اسس جگہ پشت لگے کھڑا تھا اس نے  
جیسے ہی راہداری کا دروازہ کھلا میں پشت کے بل دوسری طرف جاگاڑیلے



مکھوایا۔ مشین گنیں مسلسل گولیاں اگل رہی تھیں اور ان سب کا رخ  
دورانے کی طرف تھا۔

”اب تیار ہو جاؤ پرس۔“ تم نے اپنا بھرپور واؤ استعمال  
کر لیا ہے۔“ عمران نے اسے دیوار سے رگڑتے ہوئے انتہائی تلخ  
لیجے میں کہا۔

پرس وینچل نے اس کے پرٹ میں گھٹنا مارنا پایا۔ مگر عمران کی بھرپور  
لٹکرائس کی ٹانگ پر پڑی۔ اور پرس وینچل کے منہ سے پرتخ نکلی گئی اس  
کے ناک کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی۔

عمران نے اس کی گردن کو جھٹکا دینا پایا اور پرس وینچل اچھل  
کر مشین سے ٹکرا کر ہوائی نیچے فرش پر جا گرا۔ اور ایک جھپکنے میں عمران نے  
اسے ایک بار بھر چھاپ لیا۔ اور دوسرے لمحے پرس وینچل کے منہ سے  
انتہائی خوفناک اور درد میں ڈوبی ہوئی پرتخ نکلی۔ جب عمران نے اپنی انگلی  
کے ایک ہی جھپکنے سے اس کی دائیں آنکھ باہر نکال دی تھی۔

پرس وینچل نے دیوانہ وار عمران کو اپنے سے علیحدہ کرنے کے لئے  
ہاتھ پر مچلانے ششمرع کر دیئے۔ مگر اب عمران کے سر پر بھی جنون  
طاری ہو چکا تھا۔ اس نے پوری قوت سے پرس وینچل کے دائیں بازو  
کو جھٹکا دیا اور چھٹک کی آواز سے اس کے بازو کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ اب  
پرس وینچل جھیل کی طرح تڑپ رہا تھا۔

مطمین گنیں ابھی تک گولیاں برسا رہی تھیں اور سامنے والا دروازہ  
اور دیوار ان گولیاں سے چھلنی ہو چکے تھے۔ عمران ایک جھپکنے سے پرس  
وینچل سے علیحدہ ہوا اور پھر اس نے کمر دنگ مشین کے ٹین آؤٹ کر دیتے

ہیں آؤت ہو تو یہی مشین گنیں رک گئیں۔ اب کمرے میں صرف  
پرس وینچل کی دردناک جھین جی گونج رہی تھیں۔

”اب جاؤ پرس وینچل۔“ تمہارا اس ملک میں اصل وطن کیا تھا  
ورنہ یاد رکھو دوسری بار میں اس وقت پر پھول گا جب تمہارے جسم کی  
تمام ہڈیاں ٹوٹ چکی ہوں گی۔“ عمران نے اس کی ٹانگ دوہری کرتے  
ہوئے کہا۔

اس کا لہجہ اتنا سفاک و سخت تھا کہ پرس وینچل کی اکھوتی آنکھ میں خوف کی  
لہر دوڑتی صاف نظر آرہی تھی۔

”تم ظالم ہو۔“ بے مد ظالم۔“ تم مجھے کھوٹے کھڑے کر دو  
میں تمہیں کچھ نہیں بولاؤں گا۔“ اور تم پرس وینچل کے ہاتھوں میں  
پتھج سکو گئے۔ تمہارا شہر تباہ ہو گا۔“ پرس وینچل نے کراہتے ہوئے کہا۔  
”اور تم تو بے حد رحمدل ہو جو مجھے مطمئن گنز سے جھوٹے لگے تھے۔  
میں نے تو اچھی بات کہی ہی استعمال کئے ہیں اور تم یقین رکھو۔ پرس وینچل کے  
ہاتھ اس قابل نہیں رہیں گے کہ عمران پر حملہ کریں۔“ عمران نے غصہ  
لیجے میں جواب دیا۔

اور پھر ایک جھٹکا دے کر اس کی پینڈلی کی ہڈی توڑ دی۔ پرس وینچل  
کے منہ سے ایک چیخ نکلی اور وہ ایک بار پھر مایہ جے آب کی طرح تڑپنے  
لگا۔

اور عمران نے اس کا دوسرا بازو پکڑ لیا۔

”ٹھہرو۔“ ٹھہرو۔“ مجھے گولی مار دو۔“ مجھے اس طرح  
مت مارو۔“ پرس وینچل نے ڈوبتے ہوئے لیجے میں کہا۔

بنائے ہوئے ہیں۔ جمیڈ سانسے میں رہتا ہوں۔ میرا بھائی انڈرا گروندر رہتا ہے۔ میں ملک کی سیکرٹروسس کو اکٹھا ہوں اور میرا بھائی اصل پرسن وینچل اپنا مشن پورا کر لیتا ہے۔ اور سچ بات یہ ہے کہ مجھے بائیرسے گروپ کو اصل مشن کا کوئی پتہ نہیں ہوتا۔ اور یہی پرسن کی کامیابی کا راز ہے۔ میرے گروپ کے ارکان مجھے ہی اصل پرسن وینچل سمجھتے ہیں اور میرے بھائی کو وائٹ فاکس کے کوڈ کے نام سے جانتے ہیں۔ بس یہ ہے اصل بات۔ اب تم اتنا وعدہ پورا کرو۔ اور مجھے گولی مار دو۔ مگر یہ یقین رکھو کہ میرا بھائی تم سے اتنا خوفناک انتقام لے گا کہ تمہاری آئندہ نسلیں بھی تمہاری حالت کا تصور کر کے کپکپاتی رہیں گی۔

پارکس وینچل نے آہستہ آہستہ بولتے ہوئے کہا۔  
 عمران اس کے زبانی سے ہی سمجھ گیا تھا کہ ایس جس کو کچھ کہہ رہا ہے درست کہہ رہا ہے۔

”ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ میں اپنا وعدہ پورا کرتا ہوں۔۔۔۔۔ مگر تم سے پہلے اس بات کا یقین کر لو کہ میری آئندہ نسلیں اگر موتیں تو کھپکنے کی بجائے تم جیسے مجرموں کا سر توڑنے کا ذریعہ انتہام ویشیں۔“ عمران نے لپٹاٹ لہجے میں کہا۔

اور پھر ایس کو گردن سے بچڑ کر یوں اور پراٹھا لیا جیسے کوئی بچہ کسی کھلونے کو اٹھا لے اور اسے لیجا کر اس نے دیوار کے قریب ٹاٹا دیا اور خود واپس کنڈو ملک مشین کی طرف بڑھ آیا۔

”مجھ پر دم کرو۔۔۔۔۔ مجھے موت مارو۔۔۔۔۔ مجھے موت مارو۔۔۔۔۔ اپنا ملک پرسن بنیاتی انڈرا میں تیرے پڑا۔ موت کو سامنے دیکھ کر اچھے اچھوں کی ریشی

”بتلاؤ تمہارا مشن کیا ہے۔“ عمران نے سخت لہجے میں پوچھا۔  
 ”میرا مشن تمہیں اکٹھا تھا۔۔۔۔۔ اصل مشن کا پرسن وینچل کو پتہ ہو گا۔ مجھے بائیکل معلوم نہیں۔“ پرسن وینچل نے ہلکاتے ہوئے کہا۔ اور پھر یہ ہنس بول گیا۔ شاید حکیمت کی شدت اس کی برداشت سے باہر ہو چکی تھی۔ اس کے شاید تصور میں بھی نہیں تھا کہ عمران اس حد تک جاسکتا ہے۔

عمران اس کی بات سن کر حیرت زدہ ہو گیا۔ پرسن وینچل کی بات نے اسے شدید ذہنی جھٹکا پہنچایا تھا۔ اور وہ سوچ رہا تھا کہ اگر پرسن وینچل کی بات صحیح ہے تو پھر زندہ گائیں پہلی بار کسی مجرم کے ہاتھوں احمق بن گیا تھا۔ اس نے ایک لمحے کے لئے اپنے سر پر ہاتھ پھیرا اور پھر دوسرے لمحے بہوش پرسن وینچل کے گال پر چھڑ بٹوایا۔ تھڑ میں اتنی شدت تھی کہ پرسن وینچل دوبارہ ہوش میں آگیا۔ اس کے منہ سے کراہ نکل گئی۔  
 ”اگر تم پرسن وینچل نہیں ہو تو کون ہو اور پرسن وینچل کہاں ہے۔ جلد ہی بتلاؤ۔“ عمران نے انتہائی سخت لہجے میں پوچھا۔

”ایک صورت میں بتاؤں گا۔ اگر تم وعدہ کرو کہ مجھے گولی مار دو گے۔ اس حالت میں زندہ رہنے سے مرہانا بہتر ہے۔“ پرسن وینچل نے اٹکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔“ عمران نے مفاک لہجے میں کہا۔

”میں پرسن وینچل کا جزاؤں بھائی ایس وینچل ہوں۔ ہم دونوں کی شکل اتنی ملتی ہے کہ لوگ ہمیں پہچان نہیں سکتے۔ میرا بھائی جان وینچل ہی ہمارے گردہ کا سراپا ہے۔ ہم دونوں نے دھوکہ دینے کے لئے علیحدہ علیحدہ گردہ

گم ہو جاتی ہے۔

”وعدہ بہر حال وعدہ ہے؟“ عمران نے غصہ سے پیچھے میں کہا اور پھر یلور دیا کہ اس نے مشین گنوں کا رخ ایس کی طرف کیا۔ اور دوسرے لمحے جن دیا دیا۔

مضین گئیں ایک بار پھر قبیلے لگنے لگیں اور ایس کا جسم گولیاں کی بارش میں پانی سے باہر موجود مچھلی کی طرح مڑ پڑا اور عمران نے جین اس وقت آٹ کیا جب ایس کا جسم چھلکی ہو چکا تھا۔

اور پھر عمران خاموشی سے چلن ہوا کرنے سے باہر آیا تو ایک طرف تنویر شین گن پکڑے ہتے بنا کھڑا تھا عمران کے چہرے پر وحشت اور بربریت کچھ اس طرح مسلط تھی کہ تنویر اسے دیکھتے ہی لاشعوری طور پر اٹن شن ہو گیا۔

”صنذر کہاں ہے تنویر؟“ عمران نے سنجیدگی سے پوچھا۔

”باہر موجود ہے۔“ تنویر نے بیحد متوجہ انداز میں جواب دیا۔

اور پھر عمران خاموشی سے باہر نکل گیا۔ ایک راہداری سے باہر آنے کے بعد صنذر اسے مل گیا۔

”عمران صاحب! ہم پر بڑا ٹانک وقت گزرا ہے۔“ آپ نے اندر آنے سے منع کر دیا تھا۔

صنذر نے سنجیدگی سے کہا۔

”وقت ہے بھی ٹانک صنذر۔“ اس بار میں مجرموں نے جو

چوٹ دی ہے وہ مدتوں یاد رہے گی۔ بہر حال میں جا رہا ہوں تم پوری کونٹری کی تلاشی لینا اور اگر کوئی کام کی چیز ہو تو سنبھال لینا۔ اور پھر اس

کونٹری کو ہم سے تباہ کر دینا کہ مجرم اس سے فائدہ نہ اٹھا سکیں۔  
باقی تفصیلات ایجنٹوں کو بتلا دینا۔“ عمران نے اسے ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

”تو کیا پرنس وینچل کے خاتمے کے باوجود مجرم موجود ہیں؟“ صنذر نے حیرت سے پوچھا۔

”ہاں صنذر۔“ یہی تو چوٹ ہوتی ہے۔ اصل مجرم تو سامنے ہی نہیں آئے اور ہم خواہ مخواہ فتویٰ کے پیچھے پڑے رہے۔

بہر حال دیکھا جائے گا۔“  
عمران نے جواب دیا اور پھر تیز قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔



”ہاں یہ سچہ ظاہر کہ ہم نے شروع سے جسے پرنس ونگل سمجھا تھا وہ دراصل پرنس ونگل نہیں تھا۔ بلکہ اس کا جڑواں بھائی ایلیس ونگل ہے جو کچھ اس گروہ کے متعلق تفصیل معلوم کسی کو بھی معلوم نہیں ہیں۔ اس لئے جس طرح سب دھوکہ کھاتے چلے آئے ہیں ہم بھی دھوکہ کھاتے تھے۔ اصل بات کا تو اب پتہ چلا ہے کہ جان ونگل اور ایلیس ونگل وہ جڑواں بھائی ہیں۔ جان ونگل گروہ کا سربراہ ہے مغربیوں پر ایلیس ونگل رہتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایلیس ونگل سیکرٹروس کو اکھٹا لیتا اور جان ونگل اپنا اصل مشن آرام و سکون سے پورا کر لیتا۔“

”ہمارے ساتھ بھی یہی چال کھیلی گئی ہے۔ ایلیس ونگل پرنس ونگل کی موت میں ہمارے سامنے آیا اور عین ان کی چال کے مطابق ہم اس میں الجھ کر رہ گئے۔ اور نتیجہ یہ کہ جب میں نے ایلیس ونگل پر ہاتھ ڈالا تو اب پتہ چلا کہ وہ صرف ڈھٹی تھا۔“

”اصل پرنس ونگل تو ہمارے سامنے ہی نہیں آیا۔ اور ذہبی ہمیں معلوم ہے کہ وہ کہاں ہے اور اس کا اصل مشن کیا ہے۔ سنا ہے وہ اپنا مشن پورا کر چکا ہے یا کرنے والا ہے۔ بہر حال ہم اس وقت بھی اسی پوزیشن میں ہیں جس میں شروع میں تھے۔ اور پرنس ونگل سنانے کہاں تک آگے بڑھ چکا ہوگا۔ اس کا ہمیں قطعی علم نہیں۔“ عمران نے تفصیل بتائی۔

”مگر عمران صاحب۔۔۔ ایلیس ونگل یا اس کے گروہ کے آدمیوں کو تو معلوم ہوگا کہ پرنس ونگل کیا کر رہا ہے۔“ بلیک زیرو نے سوال کیا۔

”عمران سے کسی دوسرے ہونے جو اری کی طرح کمرے میں داخل ہوا اور بلیک زیرو اس کی کیفیت دیکھ کر گھبرا گیا۔ اس نے آج تک عمران کو اس طرح شکست خوردہ نہیں دیکھا تھا۔“

”خیر بہت عمران صاحب۔۔۔ کیا ہوا۔۔۔ آج تو آپ بائیکل پٹر مزہ دکھائی دے رہے ہیں۔“ بلیک زیرو نے تشویش آمیز لہجے میں جواب دیا۔ اور عمران کی پرگر مسایکا۔

”کیا بتاؤں۔۔۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔ جرموں نے مجھے اس بار خوب اچھی طرح بروقت بتایا ہے اور اب جبکہ جرموں کی چال کا مجھے پتہ چلا ہے تو میں اپنے آپ کو واقعی احمق اعظم محسوس کر رہا ہوں۔“ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”کیا بتاؤ۔۔۔ کیا پرنس ونگل ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ کچھ مجھے ہی بتائیے۔“ بلیک زیرو عمران کے مڑو کو دیکھ کر سید پریشان ہو گیا۔



"ٹھیک ہے۔۔۔ ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم اس میں دخل اندازی کریں۔۔۔ یہ طرزی سیکرٹ سروس کا کیس ہے۔ وہ خود ہی اس سے نہٹ لیں گے۔ زیادہ سے زیادہ ہم یہ کر سکتے ہیں کہ اس سازش کے متعلق انہیں آگاہ کر دیں۔۔۔ اور "عران" نے سپاٹ لیجے میں کہا۔

"جیسا آپ مناسب سمجھیں بائس۔۔۔ بہر حال میں نے یہ کہیں نہیں کیا تھا اور آپ نے چونکہ اس کی تفصیلات طلب کی تھیں اس لئے میں نے تفصیلات آپ کو بتا دیں۔ اور۔۔۔"

"ٹائیسگر نے جواب دیا۔ "مگر اس کے بعد میں افسردگی کا جھکا سا پر تو ملاحظہ تھا۔ جیسے اسے "عران" کے جواب سے مایوسی ہوئی ہو۔"

"تجاہز ہے اس نے اپنی صلاحیتوں سے اس کہیں کو نہیں کیا تھا اور پھر حنت کر کے اس کی تفصیلات حاصل کیں مگر "عران" نے اسے مایوس کر دیا تھا۔

"ان غیر ملکیوں کا حلیہ بتاؤ۔۔۔ اور مزید کوئی قابل ذکر بات؟ تو بتاؤ تاکہ طرزی سیکرٹ سروس کو میں یقینی ٹپ دے سکوں۔ اور۔۔۔"

"عران نے ٹائیسگر سے کہا۔

اور پھر ٹائیسگر نے ان کا حلیہ بھی بتلایا اور "عران" کے درمیان پہلے والی تمام گفتگو لفظ بلفظ سنائی شدہ شروع کر دی۔ اور جب ٹائیسگر نے گنگو کے درمیان ڈیلیو کا نام لیا۔ تو "عران" اس بڑی طرح اچھلا کر بیٹھے کہ وہ میں کرشٹ اٹھ گیا ہو۔

"کیا کہہ رہے ہو ٹائیسگر۔۔۔ کیا واقعی غیر ملکیوں نے "ڈیلیو"

کا نام لیا تھا۔۔۔ اور "عران" نے انتہائی مشتاق لہجے میں کہا "بائس بائس۔۔۔ انہوں نے ڈیلیو کا نام لے کر کرنل حبیب کو دھکی دیا تھی۔ اور۔۔۔"

ٹائیسگر نے پرجوش لہجے میں کہا۔ شاید اسے "عران" کے لہجے سے امید لگ گئی تھی کہ اب "عران" اس سلسلے میں خود کام کرے گا۔

"اگر یہ بات ہے ٹائیسگر تو یقین رکھو کہ میں نے انتہائی شاندار کارنامہ انجام دیا ہے۔ اب طرزی سیکرٹ سروس کی جگہ میں خود اس کہیں پر کام کر رہا ہوں گا۔۔۔ یہ ہمارا کیس ہے۔ اور "عران" کا لہجہ بے حد پرجوش تھا۔

"تھینک یو بائس۔۔۔ اب میری محنت ٹھکانے لگی ہے۔ بہر حال میرے لئے کیا حکم ہے۔ اور "ٹائیسگر نے پرمست لہجے میں کہا۔

"تم ایسا کرو۔۔۔ کرنل حبیب کو اطلاع کر کے اس کا میک اپ کر لو تاکہ تم اس رات میں بروقت تمام انتظامات اور دیگر تفصیلات پاس کرو۔ باقی میں سنبھال لوں گا۔ اور اینڈ آف "عران" نے جواب دیا۔ اور بین دہا کر ڈیلیو ختم کر دیا۔

بلیک زبرد اس دوران واپس آچکا تھا۔ "عران" کا چہرہ جو ش سے سرخ ہو رہا تھا۔ اس کے اعصاب پچھائی ہوئی اندر لگی کی گرو پھر چکی تھی۔

"کوئی ٹھیکر مل گیا ہے "عران" صاحب۔۔۔ بلیک زبرد نے

امید بھرے لہجے میں پوچھا۔

"ڈان ظاہر۔۔۔ ٹائیسگر نے یہ کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ ہمیں

مذہب ہو رہا ہے۔ ” کرنل ڈی نے قدرے تعجب آمیز لہجہ میں جواب دیا۔

”کرنل ڈی ———— جو میں پچھ رہا ہوں اس کا جواب دیں۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا کہ موضوع سے ہٹ کر باتیں کرتا رہوں۔“ عمران نے اس بار قدرے سخت لہجہ میں کہا۔

”دوسری سوری ———— برف قبب کی وجہ سے میں نے یہ چند باتیں کی تھیں۔ بہر حال اٹاک مشن کے سلسلے میں ہمیں کچھ زیادہ تفصیلات کا علم نہیں ہے۔ وزارت دفاع نے ہمیں گلٹ کیا ہے کہ ہم ایک ہنڈل اپنی حفاظت میں اٹاک انرجی کمیشن تک پہنچا دیں۔ ———— ہمیں نہیں معلوم کہ اس ہنڈل میں کیا ہے اور کیا نہیں؟“ کرنل ڈی نے جواب دیا۔

”آپ نے اس سلسلے میں کیا اقدامات کئے ہیں؟“ عمران نے پوچھا۔  
 ”ہم نے پورے ایئر پورٹ کو گھیرے میں لینے اور ہنڈل والی کار کی حفاظت کے لئے چار کاروں کا انتظام کیا ہے جن میں ملٹری سیکرٹ سروس کے اہلکار بھی ہیں۔“  
 ”میرا خیال ہے کہ اتنا کچھ کافی ہے کیا آپ اس میں دلچسپی لے رہے ہیں؟“

کرنل ڈی نے جواب دیا۔  
 ”میں ابھی اس سلسلے میں غور کر رہا ہوں۔ ———— کیونکہ مجھے اطلاعات ملی ہیں کہ مجرموں کا ایک گروہ اس ہنڈل کو اڑانے کا منصوبہ بنا رہا ہے۔“  
 عمران نے جواب دیا۔

”اورہ ———— اگر ایسی بات ہے تو ہم اپنے انتظامات کو سخت کر دیں گے۔ بہر حال یہ کہیں خالصتاً ہمارا ہے اور ہم اس سے پشیمان خوب

پرنس وینچل کے اصل مشن کا پتہ چل گیا ہے۔ ———— اب میں دیکھوں گا کہ پرنس وینچل کس طرح کامیاب ہوتا ہے۔“  
 عمران نے جواب دیا اور پھر مختصر طور پر ٹیک زیر دو مشن کے متعلق بتلایا۔

اس کے بعد اس نے ٹیلیفون کا ریسپونڈر اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے لگا۔  
 جلد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

”ایکسٹریسیکٹ ———— کرنل ڈی سے بات کراؤ۔“ عمران نے محض لمبے میں کہا۔

”میں سر ———— ایک سیکنڈ ہولڈ کیجئے۔“ دوسری طرف سے ملٹری سیکرٹ سروس کے چیف کرنل ڈی کے بی اسے نے جواب دیا۔  
 اور پھر چند لمحوں بعد دوسری طرف سے کرنل ڈی کی بھاری جھرمک آواز سنائی دی۔

”کرنل ڈی سیکیٹک ————“  
 ”ایکسٹ ———— عمران نے بھی باوقار لہجہ میں جواب دیا۔  
 ”جی ہاں ———— کیا حکم ہے؟“ کرنل ڈی نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

”کرنل ڈی ———— کل رات بارہ بجے ملٹری ایئر پورٹ پر کیا مشن ہر انجام دیا جانے والا ہے۔“ عمران نے پوچھا۔

”اورہ ———— اٹاک انرجی کمیشن کے متعلق پوچھ رہے ہیں۔ بہر حال میں آپ سے یہ تو نہیں پوچھوں گا کہ یہ ٹاپ سیکرٹ آپ تک کیسے پہنچا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ آپ ہم سے زیادہ باخبر ہوتے ہیں مگر مجھے تعجب

”سوری — تفصیلات یہ ہیں کہ ہمارے ملک نے ایجنٹی طاقت بننے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ کیونکہ ہمارے جمہوریہ کے لیے ایجنٹی دھماکہ کر دیا ہے اس لیے طاقت کا توازن برابر کرنے کے لیے ہمارا بھی ایجنٹی طاقت بننا ضروری ہے“

سرطاہر نے تفصیلات بتانی شروع کر دیں۔  
 ”سرطاہر — میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ غیر ضروری باتوں سے اشتباہ کو کہے متفقہ طور پر بتلائیں۔ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہوتا۔ عمران نے ایک بار پھر سرطاہر کو فکے ہوئے کہا۔ مگر اس بار اس کا جواب یہ تھا۔

”سوری — میں صرف پس منظر بتا رہا تھا“ سرطاہر نے جواب دیا۔ ان کے لیے جسے ناگوار ہی حال تھی مگر مقابل میں ایکٹو تھا۔ اس نے دو جھوٹے کیونکہ وہ ایکٹو کے اشتیقات سے اچھی طرح واقف تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ ہمارے پاس ایجنٹی دھماکہ کرنے کے لیے پورنیم ۲۲۵ کی مقدار پوری نہیں ہے۔ اس لیے ہم نے اپنے دوست ملک سائیس سے غنیمت طور پر پورنیم ۲۲۵ حاصل کرنے کا معاہدہ کیا ہے اور کل رات بارہ بجے حکومت سائیس کا پیشین لیارہ پورنیم ۲۳۵ کے گرجا کے ملک آ رہا ہے“ سرطاہر نے جواب دیا۔

”تو کیا اس بندلی میں پورنیم ۲۲۵ ہوگا“  
 عمران نے چونک کر پوچھا۔ اس کے تصور میں بھی نہیں تھا کہ وہ ہنڈل اس حد تک قیمتی ہو سکتا ہے۔  
 ”جی ہاں — اسی لیے تو اسے ٹاپ سیکرٹ رکھا گیا ہے۔

جانتے ہیں“ کرمل ڈی نے جواب دیا۔  
 ”ٹھیک ہے — میں دیکھ لوں گا۔ بہر حال آپ چوکنے رہیں — بانی۔ بانی۔“

عمران نے جواب دیا اور پھر کرمل دبا کر رابطہ ختم کر دیا۔ اور پھر اس نے دوسرے نمبر ڈائل کئے۔ اور رابطہ قائم ہوتے ہی عمران نے کہا۔  
 ”ایکٹو پیکنگ — سرطاہر سے بات کر لیں۔“  
 ”او کے سر — ایک منٹ ہولڈ کریں“ دوسری طرف سے سیکرٹری وزارت دفاع سرطاہر کے پی اسے کی موجودہ آزاد سٹانی دہی۔  
 اور چند لمحوں بعد سرطاہر کی آزاد سٹانی دہی۔  
 ”ظاہر پیکنگ“

”ایکٹو“ — عمران نے مخصوص انداز اور پُر وقار لہجے میں کہا۔  
 ”سرطاہر — یہ بتائیے کہ کل رات جو ہنڈل وزارت دفاع کے تحت لایا جا رہا ہے، اس کی کیا اہمیت ہے۔ مجھے تفصیلات چاہئیں“ عمران نے پوچھا۔

”اوہ — مگر اس کے متعلق آپ کو کیسے علم ہوا۔ یہ تو ٹاپ سیکرٹ ہے۔ ملٹری سیکرٹ سروس اور وزارت دفاع کے علاوہ کسی کو اس کے متعلق کچھ علم نہیں۔“

سرطاہر نے انتہائی تعجب آمیز لہجے میں کہا۔  
 ”سرطاہر — آپ ایکٹو سے بات کر رہے ہیں اس لیے آپ کا تعجب فضول ہے — آپ مجھے تفصیلات بتائیں۔ عمران نے سخت لہجے میں جواب دیا۔

اور اس وجہ سے مجھے تعجب ہوا تھا کہ آپ کو اس کا علم کیسے ہو گیا۔  
سرطانہ نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔ معلومات کے لئے شکریہ۔۔۔۔۔ بہر حال  
آپ کو پابینے تھا کہ اتنے اہم مشن کے لئے وزارت خارجہ کو مفروضہ مطلع کرتے  
میں اسس سلسلے میں پرائم منسٹر سے بات کر دی گئی۔  
عمران نے مستند بلے میں کہا اور پھر ریسورہ لکھ دیا۔ اس کے چہرے پر  
غصے کے آثار تھے۔

”یہ تو معاملہ یہودی سرسٹا۔“ بلیک زیرو نے جو اس گفتگو کے دوران  
خاموش بیٹھا تھا، عمران سے کہا۔

”ہاں۔۔۔۔۔ جیو سیرس۔۔۔۔۔ اور سرطانہ کی حالت دیکھو کہ اتنے  
اہم مشن کے لئے اس نے ہمیں مطلع ہی نہیں کیا۔ اگر نائیگلسے دریافت  
کرنا تو پرنس وینچل پینیا اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گا۔ اور بعد میں ہمیں  
کہا جائے گا کہ ہم وہ بڈل دستیاب کریں۔ پینیا ہمسایہ ملک نے اس بڈل کو  
مائل کرنے کے لئے پرنس وینچل کی خدمات حاصل کی ہیں۔“  
عمران نے غصے سے جبر پور بلے میں جواب دیا۔

”اب کیا پروگرام ہے۔۔۔۔۔ میرا خیال ہے ہمیں اس سلسلے میں  
فوری اقدام کرنے چاہئیں۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم حکومت  
سانیا سے بات کر کے ملاری ایئر پورٹ کی بجائے جہاز کو کسی اور مقام پر اتار  
لیں۔“ بلیک زیرو نے تجویز پیش کی۔

”نہیں یہ فنونِ دہے گا۔۔۔۔۔ ایسی مجرم تنظیموں کے ہاتھ چلے  
جوتے ہیں۔ اگر انہیں اس ایئر پورٹ پر جہاز کو اتارنے کی اطلاع مل سکتی ہے

وہ پروگرام میں تبدیلی کی اطلاع بھی پینیا انہیں مل جائے گی۔ اور دوسری بات  
اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ مجرموں کو اس تبدیلی کا پتہ نہیں چلے گا تو  
اس طرح کو ہم مال کی حفاظت کو کر لیں گے مگر مجرموں کو گرفتار نہیں کر سکیں  
گے۔ وہ بدستور انڈر گراؤنڈ رہیں گے اور ہو سکتا ہے وہ اسے  
حاصل کرنے کے لئے اٹلک انرجی کمیشن پر ریڈ کر دیں۔ اس طرح اس اٹلک  
اور اسے گرفتار نہیں بھی پہنچ سکتا ہے۔

”جس ہر قیمت پر مجرموں کو گرفتار کرنا ہے اور اس کی یہی صورت  
ہے کہ اس ایئر پورٹ پر ان سے مقابلہ کیا جائے۔“  
عمران نے جواب دیا۔

اور بلیک زیرو کی سمجھ میں بات آگئی۔ عمران کا ذہن واقعی ہر پہلو پر  
سوچنے کا عادی تھا۔

”تم مجرموں کو الٹ کر دو۔۔۔۔۔ میں سر سلطان سے تفصیلی  
بات چیت کرتا ہوں۔ اس کے بعد میں فائنل پروگرام مرتب کر دیں گا۔ ہمیں  
ہر قیمت پر پرنس وینچل کو ناکام کرنا ہے۔“ عمران نے کہا اور پھر اٹھ کر کمرے  
سے باہر نکل گیا۔

ٹھیک ہے۔ میں کرنل ڈی کے کیس میں مداخلت نہیں کروں گا۔ وہ بھی اپنے بازو آزمائے۔ ملک میں نے محسوس کیا ہے کہ اگر مجرم کا میاب ہو گئے تو کرنل ڈی تو زیادہ سے زیادہ استغنے اس کے علیحدہ ہو جائے گا۔ اگر اس کی ناکامی سے ملک کو جو نقصان پہنچے گا وہ ناقابل تلافی ہوگا۔ اور کم از کم میں اسے برداشت نہیں کر سکتا کہ کرنل ڈی اور سرطاہر کی ضد کی بناء پر مجرم اس ملک سے کامیاب لوٹیں۔ یہ سیکرٹ سروس کی توہین ہے۔“

عزان نے پرجوش لہجے میں کہا۔

”مجھے شہادی حجب الوطنی سے یہی امید تھی اور تمہارا یہ یہ فخرات من کر میرا سر فخر سے اونچا ہو گیا ہے۔ تم دائمی دین ظرف کے مالک ہو۔“

سر سلطان نے تحسین آمیز لہجے میں کہا۔ ان کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔

”ٹھیک ہے۔ آپ یہ فرمائیں سر رکھ لیں اور پرائم منسٹر سے بھی بات کر لیں۔ جس وقت میں آپ کو کال کروں۔ آپ بعد پرائم منسٹر اور سرطاہر وہاں پہنچ جائیں۔ بلکہ زبرد آپ کو مجرموں کے ہیڈ کوارٹر لے جاتے گا۔ تاکہ یہ سب اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ کرنل ڈی نے کیا تیر مارا ہے اور ایسکھو کی کیا اہمیت ہے۔“ عزان نے ایک چھوٹا سا کہیں جیب سے ٹکڑی کر سر سلطان کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے کہا۔

”مگر کہاں۔۔۔“ سر سلطان نے حیرت سے پوچھا۔  
”میں فرمائیں سر بلکہ بتا دوں گا۔“ عزان نے حیرت سے پوچھا۔

سر سلطان۔۔۔ آپ اس بات کو ذہن میں رکھ لیتے کہ کرنل ڈی کسی قیمت پر اس باکس کو نہیں بچا سکے گا۔“  
عزان نے غصے سے شرح ہو کر کہا۔

”جینے۔۔۔ اب تم نے خود دیکھ لیا کہ میں مجرم ہوں۔ وہ دہانچے بھی اس بات کا اتنا ہی یقین ہے جتنا کہ تمہیں کہ باکس مجرم لے اڑیں گے مگر کرنل ڈی اور سرطاہر نے پرائم منسٹر کو یقین دلایا کہ وہ اسے کنٹرول کر لیں گے اور ایسکھو اس معاملے میں مداخلت نہ کرے۔ اس لئے پرائم منسٹر نے مداخلت سے منع کر دیا ہے۔“

سر سلطان نے ندامت آمیز لہجے میں کہا۔

عزان چند لمحے خاموش بیٹھا رہا۔ اس کے چہرے کے اعصاب تنے ہوئے تھے۔ اور وہ کسی گہری سوچ میں مبتلا تھا۔ اور پھر آہستہ آہستہ اس کا چہرہ پرسکون ہوتا چلا گیا۔ شاید وہ کسی فیصلے پر پہنچ گیا ہو۔





نے جواب دیا۔

”کیا تمام عمر زمو جو ہیں“ عمران نے پوچھا۔

”یہاں — سوائے جو یا کے سب مہجود ہیں“ صفدر نے

جواب دیا۔

”غریب ہے — تم ایسا کرو۔ میرے ساتھ المودہلو اور باقی مہجور سے بھی کہہ دو کہ وہ مختلف راستوں سے کوئٹہ کے اندر داخل ہونا چاہیں۔ کوئٹہ پر ہمارا مکمل قبضہ ہونا چاہیے۔“

عمران نے صفدر سے کہا اور پھر صفدر نے رست واپس پر سب کو عمران کی ہدایت سے آگاہ کر دیا۔

اور پھر صفدر اور عمران دونوں کوئٹہ کی واپس طرف کی دیوار کی طرف بڑھنے لگے۔

تھوڑی دیر بعد وہ دونوں دیوار پر سے ہوتے ہوئے اندر کود پھٹے تھے۔ کوئٹہ میں کوہ تہی وہ دیوار کی جڑ میں دبک گئے۔ اور پھر انہیں برآمدے کے قریب وہ آدمی نظر آگئے۔ وہ دونوں مسلح تھے شاید دھماکہ کی آواز سن کر باہر نکلے تھے۔ عمران نے انہیں پکڑے ہوئے دیوار اور کاش ان کی طرف کیا اور پھر وہ بار لکھ کی آواز نہ لکھی اور وہ دونوں کھٹے ہوئے شہر کی طرح زمین پر گر پڑے۔ ان کے گرتے ہی صفدر اور عمران تیزی سے آگے بڑھے۔ اور پھر انہیں کوئٹہ کی کچھلی طرف بھی سائیکلر گے دیواروں کی آواز سن رہی تھی اور ساتھ ہی ایک دہلی پینچ بھی اُبھری۔

عمران اور صفدر برآمدے میں رک گئے۔ تھوڑی دیر بعد تئویر اور

”ہتر سر — میں ابھی وہاں جاتا ہوں“ کیپٹن ٹیکل نے جواب دیا۔

عمران نے ریسپورڈ رک دیا اور پھر گھڑی میں وقت دیکھا۔ ابھی صرف آٹھ بجے تھے۔ آپریشن میں چار گھنٹے باقی تھے۔

”اچھا مجھے اجازت دیں۔ میں نے مزید انتظامات کرنے ہیں۔ آپ پرائم منسٹر سے بات کر لیں۔ میری کال مٹے ہی آپ پرائم منسٹر کو کہہ دو کہ وہ جلد سے ہی میرے پاس آجائیں۔ وہاں آپ کو بیک ریڈر سٹیٹ ایکٹو گائیڈ کرے گا۔“

عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر سر سلطان سے صاف کر کے باہر نکل آیا۔

رات کے گیارہ بجے تھے جب عمران نے ویسٹنگ کالونی کی کوئٹہ نمبر ۱۱۲ سے تھوڑی دور آگے جا کر اپنی کار روکی اور پھر کار سے اتر کر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا کوئٹہ کے مین گیٹ کی طرف بڑھنے لگا۔ مین گیٹ کے قریب پہنچ کر وہ ایک درخت کی آڑ میں رک گیا۔ اس نے اپنا ہاتھ سر پر مخصوص انداز میں پھیلا۔ اور چند لمحوں بعد بائیں سائیڈ سے ایک سیاہ پوش عمارت کی آڑ سے نکل کر اس کی طرف بڑھنے لگا۔

”صفدر —“ عمران نے سیاہ پوش کے قریب پہنچتے ہوئے دبلے سہجے میں کہا۔

”جی ہاں — میں صفدر ہوں“ سیاہ پوش نے جواب دیا۔

”کوئٹہ کی کیا پوزیشن ہے؟“ عمران نے پوچھا۔  
”کوئٹہ سے چار کاروباری باہر جا چکی ہیں۔ گیٹ انوولیکس ہے“ صفدر



ساتھ مل جائے گا۔ وہ تم سب کو تہ خانے میں لے آئے گا۔ میں تمہارے  
میں موجود ہوں گا۔ اور رائنڈ آؤٹ؟

عزرا نے بلیک زبر کو ہدایت کی اور رابطہ ختم کر دیا۔ اور پھر سوئیاں  
ایک بار پھر مختلف ہندو سول پریسیڈنٹ کیں۔ دوسری طرف سے صدر کی  
آواز سنائی دی۔

"صدر مجرموں کے سرخنے کسی بھی لمحے آئے والے ہیں۔ انہیں ہماری  
موجودگی کا شک نہیں ہونا چاہیے۔ بیس منٹ بعد ایکسٹرا اور دیگر حکام  
بھی پہنچ جائیں گے۔ تم نے انہیں تہ خانے میں لے آنا ہے۔ اور  
اپنے دیگر ساتھیوں کو بعد میں لے آئے والے مجرموں کے ساتھیوں سے  
متعلق ایک بار پھر ہدایت کر دینا۔ اور رائنڈ آؤٹ؟ عزرا نے  
اسے ہدایت کی اور پھر پلن دبا کر رابطہ ختم کر دیا اور خود ریو لوئر سنبھالے  
چکے انداز میں اٹھاری کے پیچھے چھپا انتظار کرنے لگا۔

رات کے بارہ بجے میں ابھی چند منٹ باقی تھے۔ آسمان پر بادل  
چھائے ہوئے تھے۔ اس لئے ماحول پر گہرا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ ملٹری  
ایئر پورٹ اور اس کے ارد گرد کا تمام علاقہ بھی اندھیرے میں غرق تھا۔  
اندھیرا اس قدر تھا کہ دس بارہ گز سے زیادہ دور کی چیز نظر نہیں آ رہی  
تھی۔

ایئر پورٹ سے نکل کر شہر کی طرف جانے والی سڑک کی قیام لائن بھی  
بکھی ہوئی تھیں۔ اور اس سڑک پر ہر دو فر لائٹ کے بعد ملٹری کی سیڑھیں  
سائیڈ پر موجود تھیں۔

مگر اسی سڑک پر ایئر پورٹ سے تقریباً ایک میل دور ایک کافی بڑی  
بلڈنگ زیر تعمیر تھی۔ بلڈنگ پر چھتیں پڑ چکی تھیں۔ صرف پلستر کا کام  
رہتا تھا۔

اس وقت بلڈنگ کی چھت پر گہرے اندھیرے میں دو آدمی بیٹ

کے بل لے لئے ہوئے تھے۔ وہ خود بھی سیاہ رنگ کے لباس میں ملبوس تھے اس لئے اندھیرے کا جڑو بنے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے آنکھوں پر ٹائٹ ٹیلی سکوپ لگایا ہوا تھا۔ اس سے گہرے اندھیرے کے باوجود بہت دور تک کی چیزیں صاف نظر آرہی تھیں۔  
 ”کیا تمام اشتکامات مکمل ہیں ممبروں؟“ دو ممبروں نے گھسے ہوئے آدمی نے دوسرے سے مخاطب ہو کر کہا۔ یہ پرسش وپچل تھا۔  
 ”ہیں باکس۔“ پروگرام کے مطابق تمام اشتکامات مکمل ہیں۔ آپ بے فکر رہیں۔ ہم ضرور کامیاب ہوں گے۔“ ممبروں نے جواب دیا۔

”جہاز اُٹنے ہی والا ہے۔“ پرسش وپچل نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔  
 ”ایئرپورٹ پر ٹپل ہو رہی ہے۔“

ابھی اس کی بات ختم نہیں ہوئی تھی کہ ایک رن وے کی بقیان جل اٹھیں اور ٹائر پر لگی ہوئی کمرش روشنی بھی جلنے بجھنے لگی۔ پرسش وپچل ٹائٹ ٹیلی سکوپ کے ذریعہ سب کچھ صاف دیکھ رہا تھا اور پھر چند لمحوں بعد اس نے ایک چھوٹا سا جہاز ایئرپورٹ پر اترتے ہوئے دیکھا۔  
 ”تیار ہو جاؤ ممبروں۔“ ایئرلین شروع ہوئی والا ہے۔“ پرسش وپچل نے کہا اور ممبروں نے ہاتھ میں پکڑنے ہوئے چھوٹے سے ڈبے کا ہن دیا۔ اور ڈبے بچے میں کھنکھنے لگے۔

”الٹ۔۔۔ ریڈی فار ٹیکریشن ویٹ فار مینڈ کال۔ اور۔۔“

جہاز رن وے پر بھاگتا ہوا اسٹاپ پوائنٹ پر اگر رک گیا۔ جہاز کے دروازے سے دو آدمی باہر آئے۔ بیڑھیوں سے اتر کر وہ فرسٹش پر

بیٹھے ان سے دس گز دور ایک سیاہ رنگ کی کار موجود تھی۔ اس کار کے آگے پائیک آدی سیاہ سولن میں ملبوس خاموش کھڑے تھے۔

جہاز سے اترنے والے دونوں آدمی باوقار انداز میں قدم بڑھاتے ہوئے ان پانچوں آدمیوں کے قریب پہنچے۔ پھر ان میں چند کلمات کا تبادلہ ہوا۔ پرسش وپچل ان کے ہونٹ ہٹنے صاف دیکھ رہا تھا۔ پھر ان سب نے مصافحہ کیا۔ اور مصافحہ کے بعد آئیناؤں میں سے ایک نے مرکز ہاتھ کو ہڑا میں مخصوص انداز میں لہرایا۔

اس کے ہاتھ لہراتے ہی جہاز کے دروازے میں سے ایک اور آدمی نمودار ہوا۔ اس نے دونوں ہاتھوں میں ایک ہاکس اٹھایا ہوا تھا۔ ہاکس کو لئے وہ بیڑھیوں اتر اور پھر تیز قدم اٹھاتا ان سب کے قریب پہنچ گیا۔ ان دونوں آدمیوں نے ہاکس واپس پہلے سے موجود آدمیوں کے حوالے کیا اور پھر جب سے ایک کاغذ نکال کر ان کے سامنے کر دیا۔ اور ساتھ ہی جیب سے پشیل ٹارپرٹ نکال کر بمبائی۔ اور اس کی روشنی کاغذ پر ڈالنے لگا۔

پانچوں میں سے ایک نے اس کاغذ کے آخر میں دستخط کئے اور اس آدمی نے کاغذ تہہ کر کے جیب میں ڈال لیا۔ اور ایک بار پھر ان سب سے مصافحہ کیا۔ اور واپس جہاز کی طرف چل دیئے۔ ان کے جہاز میں جانے کے بعد بیڑھی بنا دی گئی۔ اور جہاز اسٹارٹ ہو کر دوبارہ رن وے پر دوڑنے لگا۔

چند لمحوں بعد جہاز نصف میں پرواز کر گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی رن وے اور ٹائر کی بقیان بھی کچھ گئیں۔ بقیان بجھتے ہی وہ پانچوں آدمی تیزی سے

بہنے لگے اور پیسوں کے ہیڈ لیپ چل اٹھے اور دونوں طرف سے  
 جیپیں اس سیٹ کی طرف دوڑنے لگیں۔ کار رالٹے ہی سڑک کے اطراف  
 میں موجود عمارتوں سے ٹین گنوں سے مسلح دس آدمی نکلے اور جھاگے  
 ہوئے اٹی ہوئی کار کے قریب پہنچے اور پھر ان میں سے چار نے کار کی  
 کھڑکیوں میں گولیوں کی بارش کر دی۔ اور باقی چھ نے کار کے دونوں طرف  
 پوزیشن سنبھال کر سینڈ گرنڈ پھینکے شروع کر دیئے۔ اور ٹین گنوں کی  
 فائرنگ کھول دی۔ بموں کی وجہ سے چاروں طرف گرد اور دھواں کے  
 بادل چھا گئے۔

پہلے چار آدمیوں نے چند لمحوں تک فائرنگ کی اور پھر کار کے دوڑنے  
 کھول کر کار میں موجود لاشوں کو کھینچ کر باہر نکالا اور پھر ایک لاش کے ساتھ  
 ہی وہ باکس بھی باہر آگرا۔

ایک آدمی نے باکس کو سنبھالا اور پھر تیزی سے دائیں سائیڈ میں  
 بھاگے نکلا۔ اس کے جاتے ہی باقی آدمی بھی بھگر کر دائیں بائیں بھاگنے  
 لگے مگر انہیں چاروں طرف سے گھیرا جا چکا تھا۔ گواہوں نے خاصاً متنبہ  
 کیا مگر ایک ایک کر کے سب ختم ہو گئے۔ مگر باکس لے جانے والے آدمی نے  
 پروگرام کے مطابق سڑک کے ہٹ کر ایک مخصوص پوائنٹ پر جا کر ڈسکس  
 تھرو کے انداز میں وہ باکس ایک مخصوص زاویے پر پھینک دیا۔ باکس  
 اڑتا ہوا دور چلا گیا اور پھر زمین پر تھپتھپا ہوا ایک جال میں جاگرا۔

اسی لمحے دو آدمی اس جال پر پہنچے اور پھر ان میں سے ایک نے  
 باکس اٹھایا اور دوسرے نے ایک دسی کھینچ کر وہ جال سمیٹا اور وہ دونوں  
 شمالی سمت میں بھاگے جگہ کے انداز میں بھاگے نکلے۔ کافی دور جا کر وہ ایک

مڑے اور قریب موجود سیاد رنگ میں سوار ہو گئے۔ کار سٹارٹ ہو کر تیزی  
 سے اتر پورٹ کے بیرونی گیٹ کی طرف دوڑنے لگی۔

اس کے ساتھ ہی گیٹ کے قریب موجود دو کاریں بھی آگے بڑھیں اور  
 دایک سائیڈ سے بھی دو کاریں سٹارٹ ہو کر درمیانی کار کے پیچھے چل دیں۔  
 جس وقت یہ قافلہ اتر پورٹ سے باہر نکل کر شہر کی طرف جانے والی  
 سڑک پر پہنچا تو درمیانی کار سے آگے بھی اور پیچھے بھی دو دو کاریں نکلیں۔

یہ پانچوں کاریں انتہائی تیز رفتار سے دوڑتی ہوئی شہر کی طرف بڑھ  
 رہی تھیں۔ پرنس ونگل نے قریب موجود نمبرون کو مخصوص اشارہ کیا اور  
 نمبرون نے فوری طور پر ہاتھ میں پجڑے ہوئے ہاکس کا بشن دہایا اور تیز  
 لیجے میں کھینے لگا۔

”نمبرون سپیکنگ — آپریشن سٹارٹ — اپنے خزانے  
 جان نثاری سے پلے کر۔ اور۔“

جیسے جیسے کاریں اس عمارت کی طرف بڑھتی چلی آ رہی تھیں، پرنس  
 ونگل کا چہرہ جذبات سے سرخ ہوتا جا رہا تھا اور پھر کاریں اس عمارت کے  
 قریب سے ہوتی ہوئی آگے بڑھ گئیں۔ عمارت سے چار فلائنگ کے فاصلے پر  
 سے ایک بائی روڈ دائیں طرف نکل رہی تھی۔ جیسے ہی یہ کاریں وہاں پہنچیں  
 اچانک چار زبردست دھماکے ہوئے۔ اور درمیانی کار سے آگے اور پیچھے  
 والی چاروں کاریں پڑنے پڑنے ہو کر بکھر گئیں۔ درمیانی کار بھی اچانک  
 دھماکوں سے ٹکڑا ٹکڑا ہو کر پھانسی والی کاڈوں کے ڈھانچوں سے ایک  
 زوردار دھماکہ سے ٹکڑا کر اٹ گئی۔

دھماکا ہوتے ہی سڑک کے آگے اور پیچھے یکدم خطرے کے سائرن

کھیت کے قریب رکے۔ وہاں دو آدمی پہلے سے موجود تھے۔ انہوں نے بائیں ان کے حملے کیا اور پھر خود دوسری طرف مڑ گئے۔

بائیں بیٹنے والے آگے بڑھے اور پھر کھیت کے دوسری طرف ایک کار کے قریب جا کر رکے۔ ان کے قریب پہنچنے ہی کا رک کا پچھلا دروازہ کھل گیا۔

”جلدی بیٹو۔“ پرنس ونگل کی کرخت آواز سنائی دی اور وہ دونوں تیزی سے کار میں بیٹھ گئے۔

ان کے پیچھے ہی کلا تیرنی سے آگے بڑھ گئی۔ فبرون کار کو ڈیڑہ سو کر رہا تھا اور پرنس ونگل اس کے قریب بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے ان دونوں آویروں کے ہاتھوں سے بائیں سنبھال لیا۔ کار میں انتہائی ٹینس اور مٹائی قسم کا سائیکسنگ رہا تھا۔ اس کار کے پیچھے سے ذرہ برابر بھی آواز سنیں نکل رہی تھی۔

کار جلد ہی ایک سڑک پر پہنچ گئی۔ اور پھر خاصی تیز رفتاری سے دوڑتی ہوئی مختلف سڑکیں گراس کر کے ولیمز کالونی کی ایک عمارت ان کوٹھی کے گیٹ پر رکی۔ کار کی بڑی تیز رفتاری کی وجہ سے اس کے ساتھ ہی گیٹ کھل گیا۔ اور کار اندر داخل ہو گئی۔ گیٹ خود بخود دوبارہ بند ہو گیا۔ کار سیدھی پورٹ میں جا کر رکی اور پھر پرنس ونگل اور فبرون نیچے اتر آئے۔ وہ دونوں برآمدے سے ہوتے ہوئے اندر چلے گئے۔ اب وہ ایک بڑے کمرے میں پہنچ گئے۔

پرنس ونگل نے درمیان میں رکھی ہوئی میز پر بائیں رکھا۔ اس کا چہرہ خوشی سے سرخ ہو رہا تھا۔ وہ اپنے مشن میں کامیاب ہو چکا تھا۔

”ٹرانسیرلے آؤ۔ میں کرنل لاٹارے سے بات کر کے اسے خوشخبری بھی مانوں اور بائیں پہنچانے کی بات کروں۔ ہمیں صبح ہی اس بائیں کو ان کے سفارت خانے پہنچانا ہے۔“ پرنس ونگل نے کہا اور فبرون کمرے میں موجود الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اپنی اس کامیابی پر اس کا چہرہ بھی جوش سے سرخ ہو رہا تھا۔ گوا انہوں نے چند کارکنوں کو توجہ دے اس مشن کی سمیت چڑھا با تھا۔ مشن میں کامیابی کے سامنے یہ قربان بڑھ چکی تھی۔ کارکن تو اور بھی بیدار کئے جاسکتے ہیں۔

”عمران کو جب معلوم ہو گا کہ ہم مشن میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ تو وہ یقیناً اپنی اپنائیں نوچنے پر مجبور ہو جائے گا۔“ پرنس ونگل نے کہا۔

”اگر وہ طرقت مند ہے تو خود کشتی کرے۔“ فبرون نے میز پر ٹرانسیرلے رکھتے ہوئے کہا۔ اور ان دونوں کے مشترک قہقیرے سے کمرہ گونج اٹھا۔

”بڑی اچھی تجویز ہے پرنس ونگل۔“ اچانک عمران کی آواز کمرے میں گونجی اور عمران الماری کے پیچھے سے باہر نکل آیا۔

اس کے ہاتھ میں پچھلے ہوئے ریلو اور کارڈ پرنس ونگل کی طرف تھا۔ اور ان دونوں کی سبھی کو یوں بریک لگ گیا جیسے چلتی ہوئی مشین پر ایک رک جائے۔

پرنس ونگل کی آنکھیں چرت سے چھٹنے کے قریب ہو گئیں۔ اس کا نہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ اور وہ بہت بنا سامنے کھڑے عمران کو دیکھ رہا تھا۔

عمران کے چہرے پر بڑی معصوم سی مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ چند دن بعد پرنس ونگل نے اپنے آپ کو سمجھایا اور پھر اس نے معنی غیر نفردوں کے فبرون کی طرف دیکھا جیسے وہ اسے کہہ رہا ہو کہ عمران پر جھپٹ پڑنا

ایکسٹون نے اپنے مخصوص انداز میں ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”مجھے افسوس سے جناب۔۔۔ میں نے آپ کے مقابلے میں اپنی صلاحیتوں کا غلط اندازہ لگایا تھا۔ واقعی میں آپ کی صلاحیتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ میں معافی چاہتا ہوں“ کرنل ڈی نے کہتے ہوئے لہجہ میں کہا۔

”تحقیق یو سٹریٹجسٹ۔۔۔ واقعی آپ اور آپ کے ساتھی ملک کا غیر ملکی ہیں۔ یہی جی ضرورت خواہ ہوں۔ اگر آپ لوگ جو کئے نہ رہتے تو مجرم جین ناقابل تلافی نقصان پہنچا چکا تھا۔“ پرائم منسٹر نے ایکسٹون سے مخاطب ہو کر کہا۔

پھر عمران کے اشارے پر کیپٹن شکیل نے ہاتھ میں پگڑیا باندھا اور سرطاری کی طرف بڑھا دیا۔

اور سرطاری برتنے تمامت اہمیز انداز میں بائیں ہاتھ لیا۔ اللہ کے چہرے پر خجالت کے آثار نمایاں تھے۔

”اس مجرم کو گرفتار کر کے عدالت میں پیش کر دیجئے۔“ پرائم منسٹر نے حکم دیا اور پھر واپس مڑ گئے۔ سر سلطان، سرطاری، کرنل ڈی اور ایکسٹون بھی ان کے ساتھ ہی کمرے سے باہر نکل گئے۔ اب کمرے میں کیپٹن شکیل، صفدر اور عمران رہ گئے۔

پرائم منسٹر کو حکم سن کر پریش وکیل کے چہرے پر زندگی کے آثار دوڑ گئے۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ پرائم منسٹر کے حکم کے بعد اسے قتل نہیں کیا جائے گا اس لئے اس نے گرفتاری کے لئے ہاتھ آگے بڑھا دیئے۔

”سواری پریش وکیل۔ واسٹ خاکس یا ڈبلو۔۔۔ تمہارا بے جیسے خطرناک مجرم کو زندہ چھوڑ دینا میرے اصول کے خلاف ہے۔ مجھے معلوم ہے

چاہیئے۔ اور پھر ممبروں نے تیزی سے حرکت کی اور اس نے بھیٹ کر میز پر پڑا ہوا ہاکس اٹھایا اور دوسرے لمحے اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ اب اس کے ہاتھ میں بھی ریولور چمک رہا تھا جس کا رخ پریش وکیل کی طرف تھا۔

”ممبروں۔۔۔ کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے؟“ پریش وکیل کے چہرے پر غصے سے زلزلے کی کیفیت طاری ہو گئی۔

”ممبروں! پھر تو اب فرشتوں سے اپنا حساب کتاب چکارا ہو گا۔ یہ تو کیپٹن شکیل ہے سیکرٹ سروس کا ممبر۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور کیپٹن شکیل نے یوں سر جھکایا جیسے اپنی اچانک کی پریش وکیل سے داد وصول کرنا چاہتا ہو۔

اور اس بار پریش وکیل کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ اس کی آنکھوں میں ایک بار پھر حیرت اور تعجب کے آثار دوڑ گئے۔

”اگر تمہیں اپنے آدمیوں کے آنے کی امید ہو تو ان کے متعلق بھی قتل کرو۔ وہ سب جرم رسید ہو چکے ہیں“ عمران نے ایک اور دیکھا اور پریش وکیل کا چہرہ فلک گیا۔

اسی لمحے سیزمیں پر قدموں کی آوازیں آئیں۔ کیپٹن شکیل چمک پڑا۔ مگر عمران اسی طرح اطمینان سے کھڑا رہا۔ البتہ پریش وکیل کے چہرے پر امید کے آثار دوڑ گئے۔ شاید وہ سمجھ رہا تھا کہ اس کے ساتھی پہنچ گئے ہیں۔ دوسرے لمحے دروازہ زور سے کھلا اور پھر صفدر، ایکسٹون، سر سلطان، سرطاری پرائم منسٹر اور کرنل ڈی اندر داخل ہوئے۔

”چلیئے سرطاری اور کرنل ڈی۔۔۔ آپ کا مجرم میرے اس ہاکس کے

عمران سیرت میں قطعی منفرد انتہائی دلچسپ اور محرک انگیز یادگار ناول



# بلیک ورلڈ

مصنف ..... مظہر عظیم اعظمی

بلیک ورلڈ شیطان کی دنیا شیطان اور اس کے کھڑے عمل کی دنیا جہاں سیاہ قوتوں کا راج ہے۔ جہاں انسانیت کے خلاف ہر سطح پر شیطانی انداز میں کام جاری رہتا ہے۔ پروفیسر البرٹ شیطانی دنیا کا ایک ایسا کردار جو شیطان کا چاہتا تھا اور جس نے پوری دنیا کے مسلمانوں کے خاتمے کے لئے ایک خوفناک شیطانی منصوبے پر کام شروع کر دیا۔ یہ منصوبہ کیا تھا؟

ریمس ایک ایسا جادوئی زہر جو صدیوں پہلے ایک شیطانی معبد کے پجاری کی ملکیت تھا اور پروفیسر البرٹ کو اس کی تلاش تھی۔ کیوں؟ وہ اس سے کیا مقصد حاصل کرنا چاہتا تھا؟

جبوتی ایک شیطانی قوت جو انتہائی خوفناک صورت عورت کے روپ میں عمران سے ٹکرائی اور اس کا دعویٰ تھا کہ عمران اس کی شیطنت سے کسی صورت بھی نہ بچ سکے گا۔ کیا واقعی ایسا ہوا؟ کیا جبوتی اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئی؟

بلیک ورلڈ جس کے مقابل عمران مجوزف ہونا اور بائیسر سمیت جب میدان میں اترا تو عمران کو پہلی بار احساس ہوا کہ بلیک ورلڈ کی شیطانی قوتیں کس قدر طاقتور اور خوفناک قوتوں کی ملک ہیں۔

تہ نے جیل سے فرار ہو جانا ہے۔

عمران نے جسے مصمم سے پیچھے میں کہا اور پھر ریو الور کا ٹریڈنگ ہاؤس پہنچ کر ہنگامی کی کھانسی ہوئی اور سائینس کے ریو الور کی گولی سیدھی پر سنس وکیل کے سینے پر پڑی۔ اور پر سنس وکیل الٹ کر نیچے جا گرا۔ گولی اس کے دل میں دھنسنے لگی تھی۔ اس لئے ایک دولٹے تڑپنے کے بعد وہ ٹھنڈا ہو گیا۔

”ہو نہ ہو۔۔۔۔۔ میرے مقابلے پر احمق احمق ہونے لگتا تھا۔“  
 احمق کہیں کا؟ عمران نے ریو الور جیب میں ڈالتے ہوئے کہا اور کیپٹن شکیل اور صفدر دونوں بے اختیار ہنسنے لگے۔

ختم شد



# گولڈن سپاٹ

کراکون

بلیک تھنڈر کے مقابلے کی تنظیم جو پوری دنیا پر قبضہ کرنا چاہتی تھی۔

کراکون

یہودیوں کی ایسی تنظیم جس کی سرپرستی اسرائیل کر رہا تھا۔ جس نے بلیک تھنڈر کے خاتمے کے لئے عربوں کو اکٹھا کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ لیکن عربوں نے کراکون کے خلاف کام شروع کر دیا۔ کیوں؟

گولڈن سپاٹ

ایک ایسا جرمہ جس پر کراکون کا وہ پراجیکٹ تیار ہو رہا تھا جس کے ذریعے اس نے پوری دنیا پر قبضہ کرنا تھا۔

گولڈن سپاٹ

جہاں سے پہلا تجویز پکیشیا پر گئے جانے کا فیصلہ کیا گیا۔ یہ پراجیکٹ کیا تھا؟

گولڈن سپاٹ

جسے کراکون نے پوری دنیا سے خفیہ رکھا ہوا تھا اور سوائے چند افراد کے کسی کو اس کے بارے میں کوئی علم نہ تھا۔

گولڈن سپاٹ

جس کی چابی کے لئے عربوں اور پکیشیا سیکرٹ سروس وچوانہ وارسیدوں

بلیک ورلڈ ایک ایسی پراسرار و سحر انگیز اور انوکھی دنیا جس کا ہر معاملہ عام دنیا سے ہٹ کر تھا۔

بلیک ورلڈ جس کی پراسرار اور انوکھی قوتوں کے مقابلے عمران کو بالکل منفرہ انداز میں جدوجہد کرنی پڑی۔ انتہائی دلچسپ اور منفرہ انداز کی جدوجہد۔

وہ لمحہ جب عمران اور اس کے ساتھی شیطان قوتوں کے خوفناک بیٹوں میں پھنس کر رہ گئے اور ان کے بچنے کے لئے کوئی راہ باقی نہ رہی۔ کیا عمران اور اس کے ساتھی شیطان قوتوں کا شکار ہو گئے۔ یا؟

بلیک ورلڈ جس کے خلاف طویل جدوجہد کے بعد آخر کار ناکامی ہی عمران کا مقدر بنی۔ کیوں اور کیسے؟ کیا واقعی عمران ناکام ہو گیا تھا۔ یا؟

بلیک ورلڈ جس کے خلاف کام کرتے ہوئے عربوں کو عام دنیا کی اسلجے کی بجائے قطعی مختلف انداز کی طاقت کا سہارا لینا پڑا۔ وہ طاقت کیا تھی؟

قطعی مختلف انداز کی کہانی۔ انتہائی منفرہ انداز کی جدوجہد

تجربہ اور سحر کی فوس کا لہجہ میں لپٹی ہوئی ایک پراسرار دنیا کی کہانی ایک ایسا ناول جو اس سے قبل صفحہ قرطاس پر نہیں ابھرا

آج ہی اپنے ترقیبی یک محل سے طلب فرمائیں

یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان

عمل میں کوہ پڑے اور چکر لگوان اور پاکیزہ سبکٹ سروس کے دو مہینہ انتہائی خوشگام  
اور جان لیوا جدوجہد کا آغاز ہو گیا۔ ایسی جدوجہد جس کا ہر لمحہ قیامت کا لمحہ بن کر رہ  
گیا۔

گولڈن سپاٹ

عمران اور اس کے ساتھیوں کی زندگی کا انتہائی مختصر مشن۔

گولڈن سپاٹ

ایک ایسا مشن جس میں عمران اور اس کے ساتھیوں کا بیٹھنا ناممکن  
بنادیا گیا تھا۔ کیسے؟ —  
کیا عمران اور اس کے ساتھی گولڈن سپاٹ کو ٹیس کر کے تیار کرنے میں کامیاب  
ہو سکے؟ — یا —؟

مستطیل اور مستطیل کے  
مستطیل کے مستطیل کے  
مستطیل کے مستطیل کے  
مستطیل کے مستطیل کے  
مستطیل کے مستطیل کے  
مستطیل کے مستطیل کے

یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان

